

جاسوسي دنيا نمبر 11

# پھارڈوں کی ملکہ

(مکمل ناول)

## پیتل کی مورتی

ایشیا کا نامور جوان سال سراغ رسان اسپکٹر فریدی صبح کا ناشہ کر کچنے کے بعد ڈرائیگ روم میں بیٹھا اپنی رانکلوں کا معائنہ کر رہا تھا سرجنٹ حمید اخبار پڑھنے میں مشغول تھا۔ دھنٹا اس نے قہقہہ لگایا اور فریدی چوک ڈالا۔

”بڑی دلچسپ خبر ہے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا.....؟“

”تبت کے ایک باشندے کے پیٹ میں سے ایک پیتل کی مورتی برآمد ہوئی۔“  
”کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔“ فریدی نے کہا اور ایک آنکھ دبا کر رائق کی ہال کا جائزہ لینے لگا۔

”آپ مذاق سمجھ رہے ہیں؟“

”مت بکو.....!“ فریدی اکتا کر بولا۔ ”ہر وقت نائیں نائیں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔“  
”اچھاتو سنئے۔“ حمید اخبار پڑھنے لگا۔ ”رام گڑھ ۱۲ جون چوبی پل کے نیچے صبح ہی صبح ایک تمثی کی لاٹ ملی ہے۔ پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا ہے کہ متوفی کے معدے سے تمن اچھی بیج اور

ایک اچھے چوڑی ایک بھل کی مورتی برآمد ہوئی۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ موت اسی مورتی کے نگل  
جانے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ ابھی تک لاش کا کوئی وارث نہیں مل سکا۔ یہ مورتی آثار قدیمہ  
سے ڈپکی رکھنے والوں کے لئے موضوع بحث نبی ہوئی ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ یہ چند رگت  
موریہ کے زمانے سے تعلق رکھتی ہے۔ فی الحال یہ مورتی پولیس کے قبضے میں ہے۔ یہ معمر کسی  
طرح حل نہیں ہو سکا کہ متوفی نے اسے کیوں لگا.....؟“

فریدی نے انجامی سنجیدگی سے اس خبر کو سنا۔ اس کی نگاہیں ابھی تک حمید کے چہرے پر جمی  
ہوئی تھیں، جو دوسرا خبریں پڑھنے کے لئے اخبار کو والٹ پلٹ رہا تھا۔  
”یہ لمحے میگرین سیکشن میں اس مورتی کی تصویر بھی ہے۔“ حمید نے سراخنا کر کہا۔ لیکن  
فریدی کی حالت دیکھتے ہی اسے بے ساختہ تھی آگئی۔

”کہنے جتاب۔“ وہ بنس کر بولا۔ ”کیا آپ کی رگ جاسوی پھر کئے گئی؟“

”لا اور دیکھوں وہ تصویر۔“ فریدی نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ حمید نے اخبار اسے دے دیا۔  
فریدی تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ دھننا اس کے ماتحت پر ٹکنیں ابھر آئیں اور نچلا ہونٹ  
دانتوں میں دب کر رہا گیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمدی اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے فریدی کو اس حالت میں دیکھ کر مُرا سامتہ بنایا۔  
بالکل اسی طرح جیسے کوئی کامل اور کام چور لڑکا اپنے کسی بزرگ سے کسی غیر متوقع حکم کے خیال  
سے قبل از وقت ہی ناک بھوں سکوڑ نے لگتا ہے۔

فریدی نے اخبار صوفی پر رکھ کر کمرے میں ٹھنڈا شروع کر دیا۔

”یارب العالمین۔“ حمید آہستہ آہستہ بڑا بڑا۔ ”اس انہی کوہر قم کے آفات سے حفاظ رکھو۔“  
”حمدی.....!“ فریدی نے کہا۔ ”کیا تمہیں یاد ہے، براؤں نے ایک مورتی کا تذکرہ کیا تھا۔“  
”کون براؤں۔“

”وہی جو پچھلے سال اسکات لینڈ سے یہاں آیا تھا۔“

”اوہ..... وہ سراغ رسان چیف اسپکٹر براؤن۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن میرے سامنے کسی  
مورتی کا تذکرہ نہیں آیا تھا۔“

”اس نے ایک عجیب و غریب پہنچ کی مورتی کا تذکرہ کیا تھا، جس کی وجہ سے لندن میں  
کافی بیجان برپا ہو گیا تھا۔“

”بیجان۔“ حمید نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”مورتی کی وجہ سے۔“

”وہ مورتی لندن کے ماہر آثار قدیمے جارج فٹلے کی ملکیت تھی۔ اسے کسی نے چالیا اور پھر  
عجیب و غریب وارداتوں کے سلسلے شروع ہو گئے۔“

”بھلا یہ کیون معلوم ہوا کہ وہ وارداتیں اسی مورتی کی وجہ سے ہوئی تھیں۔“ حمید نے کہا۔

”اس نے کہ ایک بار وہ مورتی ایک قتل کے سلسلے میں پولیس کے قبضہ میں آگئی تھی۔ لیکن  
کسی نے اسے اسکاث لینڈ یارڈ سے پھر اڑالیا۔“

”واقعی عجیب بات ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اسکاث لینڈ یارڈ میں چوری کرنا آسان کام نہیں۔“

”اس مورتی کے ماتحت پر بھی ایک سینگ ہے۔“ فریدی نے اخبار کی طرف اشارہ کرتے  
ہوئے کہا۔ ”براؤن نے جس مورتی کے بارے میں بتایا تھا، اس کے ماتحت پر بھی ایک سینگ تھا۔“

”لیکن وہ ہے کیا بالا۔ اس کے لئے قتل کیوں ہوئے۔“ حمید نے کہا۔

”یہ ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔“ فریدی نے کہا۔ ”جارج فٹلے نے بھی اس کے متعلق کچھ  
نہیں بتایا لیکن براؤن کا خیال ہے کہ اس نے دیدہ و دانت اسکے راز کو چھانے کی کوشش کی تھی۔“

”اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”میں خواہ تجوہ قیاس آرائی کرنے کا قابل نہیں۔“

”خیر ہو گا۔“ حمید نے لاپرواں سے کہا اور اخبار اٹھا کر پڑھنے لگا۔

فریدی اور حمید آج کل تین ماہ کی چھٹی پر تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ گرمیاں شملہ میں  
بسر کریں۔ قریباً سارے انتظامات کامل ہو چکے تھے۔ وہ شاید آج ہی شملہ کے لئے روانہ ہو جاتے  
لیکن اس درزی کی علاالت کی وجہ سے جوان کے کپڑے سی رہا تھا، انہیں دو ایک دن کے لئے  
توقف کرنا پڑا۔

”حید.....!“ فریدی کہتے کہتے اچانک رُک کر بولا۔

”جی.....!“

”ہم لوگ شملہ نہیں جائیں گے۔“

”کیوں.....؟“ حمید نے مستحباتہ انداز میں پوچھا۔

”ہمیں آج ہی رات کی گاڑی سے رام گڑھ چلنا ہے۔“

”آخر کیوں.....؟“

”ضروری کپڑے تو ہمارے پاس کافی سے زیادہ ہیں۔ ہم درزی کی محنت یا بی کا انتظار نہ کریں گے۔“

”وہ تو سب خیک ہے لیکن اس کی وجہ۔“

”جنہیں کی مورتی۔“

”الاحوال دلاقوۃ۔“ حمید بولا۔ ”کیا آپ اسے تختی کے جنم میں گرفتار کر لیں گے۔“

”حمدید زیادہ بکواس اچھی نہیں ہوتی۔“

”میں ہرگز ہرگز رام گذھنے جاؤں گا۔“ حمید جھنجھلا کر بولا۔

”جنہیں چلنے پڑے گا۔“ فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔

”قیامت تک نہیں جاؤں گا۔“ حمید نے کہا۔ ”واہ یہ بھی اچھی رہی، بہزار دقت تو چھٹی ملی ہے۔ نہیں نہیں..... مجھ میں اب اتنی سکت نہیں رہ گئی کہ خواہ مخواہ آپ کے ساتھ دوڑتا پھر دوں۔“

”کام..... کام چور۔“

”مجھے قطعی چوت نہیں گئی۔“ حمید نے کہا۔ ”میں سوبار کام..... ہزار بار کام چور پھر۔“

”تمہارا سر.....!“ فریدی نے کہا۔

”مجھے اس سے بھی انکار نہیں۔“ حمید بولا۔

”دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں چلتے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں آج رات کی گاڑی سے گھر چلا جاؤں گا۔“ حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

”جہنم میں جاؤ۔“ فریدی نے کہا اور لاہریری میں چلا گیا اس کے چہرے سے معلوم ہوا تھا جیسے وہ کسی شدید ابھیض میں جتنا ہے۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر اس نے میر پر کتابوں کا اچھا خاصاڈھیر لگایا۔

یہ کتابیں ایشیائی فن بت تراثی سے متعلق تھیں۔ حمودی دیر بعد حمید بھی تھائی سے آتا کر لاہوری ہی میں چلا آیا۔ فریدی کو کتابوں میں ڈوبایا ہوا دیکھ کر اسے بے ساختہ بھی آگئی۔ فریدی نے اسے گھوڑ کر دیکھا۔

”آپ نے بھی اپنی زندگی برپا کر لی۔“ حمید نے کہا۔

”تم یہاں کیوں آئے۔“ فریدی نے کہا۔

اتھی دیر میں حمید اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

”اوہ..... تو یہ اسی مورثی کے سلسلے میں چھان بیان ہوتی ہے۔“ حمید نے جھک کر فریدی کے سامنے کھلی ہوئی کتاب میں دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے عی لمحے میں وہ اچھل پڑا۔ ”ارے یہ تو بالکل اسی تصویر سے مشابہ ہے..... بالکل وہی..... ہو، ہو..... وہی۔“ حمید حرمت سے بولا۔

فریدی نے کتاب بند کر دی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اندر ہرے میں آنکھیں چاڑھاڑھا کر دیکھتا ہے۔

”ہمیں رام گڑھ چلانا ہی پڑے گا۔“ وہ اس طرح بولا جیسے کوئی خواب میں ہر بڑا تھا ہے۔

حمد نے کوئی جواب نہ دیا۔

”سامنے میں کہہ رہا ہوں کہ رام گڑھ چلانا ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور اگر تم نہ جاؤ گے تو میں تنہا جاؤں گا۔“

”لیکن آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کی اس بے تابی کی وجہ کیا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ایک بار یہ مورثی میرے والد مرحوم کے قبضے میں آ کر نکل گئی تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ حمید نے حرمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”والد صاحب کے بارے میں تو تمہیں پہلے ہی سے بہت کچھ معلوم ہے۔ وہ بھی میری ہی طرح کارناٹوں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار یہ مورثی ان کے ہاتھ بھی لگی تھی لیکن پھر پر اسرار طریقے سے غائب ہو گئی۔ یہ مجھے ابھی ابھی اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوا۔ انہوں

پہاڑوں کی ملکہ

نے کتاب میں چھپی ہوئی تصویر کے نیچے جمل کی صورتی کے متعلق لکھا ہے۔ ”فریدی نے کتاب کو دوبارہ کھول کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ دیکھو۔“

حید فریدی کے ہاتھ سے کتاب لے کر دیکھنے لگا۔

۱۸۹۳ء آج جب میں نے اس کتاب کا یہ سخن دیکھا تو مجھے دس سال قبل کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ اسی تصویر سے بالکل ملتی جلتی ایک چھوٹی سی جمل کی صورتی مجھے ملی تھی لیکن وہ جس حرمت انگریز طریقے سے مجھے تک پہنچی تھی اسی تحریر خیز طریقے پر غالب بھی ہو گئی۔ ایک رات گرسوں کے زمانے میں میں اپنے پائیں باغ میں سورہا تھا کہ دھننا کوئی میرے پنگ پر آ کر گرا۔ میری آنکھ کھلی میں نے دیکھا ایک آدمی زخمی ہو کر مجھے پر پڑا اپنی طرح ہاتپ رہا تھا۔ میں نے اُسے ہٹانا چاہا لیکن دوسرا ہی لمحے مجھے محبوس ہوا کر دہ بے ہوش ہے۔ میں اُسے اٹھا کر اندر لے گیا وہ ایک انگریز تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ہوش آگیا۔ وہ دہاں سے جانے کے لئے مند کر رہا تھا۔ میں نے اسے بہت پوچھا کہ وہ کون ہے اور کس طرح زخمی ہو گیا لیکن اس نے اس کے متعلق بتانے سے انکار کر دیا۔ البتہ اس نے مجھے ایک جمل کی صورتی نکال کر دی اور کہا کہ میں اسے اپنے پاس امانت رکھوں جسے وہ کسی موقع سے آ کر لے جائے گا۔ پھر اس دانے کے تیرے دن بعد اس کی لاش ایک نالے میں پڑی پاپی گئی۔

وہ صورتی میرے پاس تقریباً ایک ہفتہ رہی پھر ایک دن غالب ہو گئی۔ میں نے اس معنے کو سمجھنے کے لئے ایڈی پچھی کا زور لگایا لیکن ماہی کے سوا اور کچھ ہاتھنہ آیا۔

حید نے کتاب بند کر کے فریدی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”یہ سکلی قوم کے ہی لاکے دیوتا کی تصویر ہے، سکلی قوم رام گڑھ سے ڈیڑھ سو میل دوری پر کچھار کے پہاڑی جنگلوں میں آباد ہے۔ سکلی قوم کے لوگ اب سے کئی ہزار سال چتر تبت کے پوری علاقوں میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اسی دیوتا کی پوچھا کرتے تھے۔ کسی حادثے کی بنا پر وہ لوگ تبت سے آ کر کچھار کے جنگلوں میں آباد ہو گئے۔ آج سے تین سو سال قبل ایک انگریز سیاح نے اکشاف کیا تھا کہ اس قوم پر ایک انگریز عورت حکومت کرتی ہے۔ جسے وہ دیوبی سمجھ کر پوچھتے ہیں اور اس سے بھی دلچسپ ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ یہ دیوبی ان پر

تین سو سال سے حکومت کر رہی ہے۔

”کیا مطلب.....؟“ حمید نے تحریر کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔ بھلا وہ تین سو سال سے اب تک زندہ کیسے ہے؟“

”اس کے لئے انہوں نے ایک خوفناک طریقہ اختیار کیا ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اس ملک کے لئے وہ کسی گورنمنٹ کے نوجوان مرد کو پکڑلاتے ہیں ملک کے ساتھ اس کی شادی کر دی جاتی ہے، اگر اس کے مرنے سے پہلے ملک مرگی تو وہ اسے بھی قتل کر کے ملک کے ساتھ ہی دفن کر دیتے ہیں، ملک کی ایک لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اس کی جگہ ملکہ بنادی جاتی ہے اور اس کی بقیہ اولادیں دیوتا پر قربان کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اس ملک کی سفید نسل کو برقرار رکھتے ہیں۔“

”واقعی بہت دھیان نہ طریقہ ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”آج کی مہذب دنیا اس دھشی قوم کا وجود کس طرح برداشت کر رہی ہے؟“

”مجبوڑی ہے۔“ فریدی بولا۔ ”وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ انگریزوں نے سفید نسل کے ان مظلوموں کو پہنچانے کے لئے کافی جدوجہد کی ہے۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔“ ”لیکن یہ راز دنیا کو کس طرح معلوم ہوا۔“

”اسی سیاح کے ذریعے جس نے اس قوم کے حالات لکھے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اے دھشیوں نے پکڑ لیا تھا اور اس کی شادی ملکہ وقت کے ساتھ کر دی تھی لیکن جب اسے اپنے انجام کے متعلق معلوم ہوا تو وہ کسی طرح وہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔“

”حمد کی سوچ میں ڈوب گیا۔“

”لیکن آخر رام گڑھ جانے کی کیا ضرورت ہے؟“ حمید نے پوچھا۔

”اس مورتی کو دیکھنے کے لئے جس کے لئے عرصہ دراز سے لوگ جدوجہد کرتے چلے آ رہے ہیں۔“

”تو کیا آپ کو اس کی امید ہے کہ آپ اسے دیکھیں گے۔“

”کیوں نہیں؟“

”جس چیز کے لئے وہ لوگ اپنی جانوں پر کھلتے چلے آئے ہیں کیا اسے انہوں نے پولیس کے قبضے میں رہنے دیا ہوگا۔ خصوصاً اسی صورت میں جب کہ پولیس اس کے متعلق خاص علم نہ رکھتی ہو۔ اس نے اسے احتیاط سے بھی نہ رکھا ہوگا۔“

”میں جانتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ یقیناً پولیس کے قبضے سے نکل گئی ہوگی۔“

”پھر.....؟“ حمید نے فریدی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”لیکن میں اس مورتی کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں لوگوں کی دلچسپیوں کا مركب نہیں ہوئی ہے؟“

”ارے چھوڑ یے بھی ہو گا کچھ خزانے دلانے کا چکر، میں نے اس تم کے بیتھرے ناول پڑھے ہیں۔ وہ مورتی یقیناً کسی زمین دوز خزانے کا حال بتاتی ہوگی۔“

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن یہ تو سوچو..... اس میں لطف کتنا آئے گا۔“

”لفٹ کیا آئے گا۔“ حمید نے کہا۔ ”اگر آپ نے ان لوگوں کا سراغ لگا بھی لیا جو اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں تو اس سے فائدہ! ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس جدوجہد کا مقصد کسی طرح بھی ظاہر تر ہونے دیں گے۔“

”خیر چھوڑو..... ان باتوں کو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تمن ماہ کی چھمنی میں نے شخص تفریح کی خاطر لی ہے اور رام گڑھ ایک بہترین تفریح گاہ بھی ہے۔“

”لیکن میں تو اسے تفریح گاہ ہرگز نہیں سمجھتا۔“

”بھی تم مت چلانا میرے ساتھ۔“ فریدی نے اکتا کر کہا۔ ”خواہ خواہ بکواس کرنے سے کیا فائدہ۔“

”تو کیا میں یہاں اکیلے رہ کر کھیاں ماروں گا۔“

”نہیں باقاعدہ ان کی پرورش کرنا۔“ فریدی نے کہا۔

”بیجب مصیبت میں جان ہے۔“ حمید جھنگلا کر بولا۔

”پھر وہی فضول باتیں! ارے میاں اب کون سی مصیبت ہے۔“

”کیا یہ کم مصیبت ہے کہ میں اتنے دنوں تک آپ سے دور رہوں گا۔“ حمید نے کہا۔

”تو پھر چلو.....!“

”یہ مشکل ہے۔“

”تو جنم میں جاؤ۔“

”لیکن وہاں بھی اکیلے دل نہ لگے گا۔“ حمید نے فس کر کہا۔

”اچھائی الحال لا بیری سے نکل جاؤ۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیکن جاؤں کہاں؟“

”ارے تو میری کھوپڑی کیوں چاٹ رہے ہو بھائی۔“ فریدی نے عاجز آ کر اٹھتے ہوئے کہا۔ ”لوگوں ہی چلا جاتا ہوں۔“

”تو میں بھی چلا ہوں آپ ہی کے ساتھ۔“

”بھی مجھے پریشان مت کیا کرو۔“ فریدی بے دلی سے بولا۔

”تو آپ کب چل رہے ہیں رام گڑھ۔“

”تم سے مطلب.....!“

” بغیر مطلب نہیں پوچھ رہا ہوں۔“

”میں تمہیں نہیں لے جاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو میں آپ کے کامنے ہے پر تو چڑھ کر جاؤں گا نہیں۔“

”نہیں بھی..... تم اس بار میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔“ فریدی نے عک آ کر کہا۔

”کیوں.....؟“

”ہو سکتا ہے کہ یہ میرا آخری کارنامہ ہو۔“

”معلوم نہیں آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”مجھے کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔“

”تب تو میں آپ کا ساتھ کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔“

”اماں تم تو جان کو آ جاتے ہو۔“

”کچھ بھی ہو مجھے تواب چنانچی پڑے گا۔“

”اچھا اچھا بابا..... اب جاؤ بھی۔ مجھے کچھ ضروری چیزیں دیکھنی ہیں۔“ فریدی نے کہا اور پھر کتابوں کا ذمیر التے پڑنے لگا۔

## مذکور

آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ رام گڑھ دیکھنے پر فریدی کو معلوم ہوا کہ وہ مورتی پولیس کے قبضے سے بھی نکل گئی ہے۔ پراندھن پولیس مسٹر ماہر کو فریدی کے استفار پر حیرت ضرور ہوئی۔ لیکن پھر فریدی نے اسے مطمئن کر دیا کہ اس نے یونہی بلا مقصد اس مورتی کا تذکرہ کیا تھا۔ ماہر نے اسے بتایا کہ وہ مورتی اسی کے پاس تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسے عجائب خانے کے منتظم کے حوالے کر دے گا لیکن وہ کہیں کم ہو گئی ہے اور ماہر نے اسے کوئی زیادہ اہمیت بھی نہیں دی بلکہ اسے تو ان ماہرین آثار قدیمہ پر بھی آرہی تھی جنہوں نے اس مورتی کے متعلق زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیئے تھے۔ ہو گئی بھی چند رگپت کے زمانے کی۔ لیکن اس سے آج کی دنیا کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔“

حید کو پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ ہر وقت فریدی کو چھیڑتا رہتا۔ اُنھے پہنچنے میں کی مورتی کا تذکرہ چھیڑ کر اس کے سراغ رسانی کے جنون کا مظکد اڑاتا۔ آج بھی وہ صبح سے اسے بُری طرح نکل کر رہا تھا۔ اس وقت شام کو جب دونوں پہنچنے کے لئے نکلے تو حید نے اسے پھر چھیڑنا شروع کر دیا۔

”ارے وہ کیا.....!“ حید نے کہا۔

”کہاں.....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”وہ اُھر.....!“

”کچھ بھی تو نہیں۔“

”میں سمجھا شائد جنگل کی سورتی پڑی ہے۔“

”آخر تم میرا محکم ازانے پر کیوں اتر آئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ نے کام ہی ایسا کیا ہے۔“

”بھی تم عجیب آدمی ہو..... آخر تم میرے ساتھ آئے یہ کیوں؟“

”اس لئے کہ اب آپ کو یہاں سے واپس لے جاؤں۔“ حمید نے کہا۔

”قطیعی غلط.....!“ فریدی بولا۔ ”میں چھٹیاں یہیں گزاروں گا۔“

”وہ مجھے پہلے یہی سے معلوم تھا۔“ حمید نے کہا۔ ”واقعی بزرگوں کے اقوال کا قائل ہونا ہی

پڑتا ہے۔“

”کیسے اقوال.....!“

”یہی کہ یہوی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔“

”لاحوال ولاقوة۔“

حمد خاموش ہو گیا۔ شاید اسے کوئی محققہ جلد نہیں سوچھ سکا تھا۔

”پوپی..... پوپی۔“ فریدی نے اپنے نخنے منجھے کتے کو پکارا جو سڑک پار کر کے دوسرا طرف بھاگنے لگا تھا۔

”بھلا بتائیے ان پوچھوں سوچھوں کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔“ حمید نے مراد سامنہ بنا کر کہا۔

”اگر یہوی ہوتی تو ان کے بجائے اسے لے آتا۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”میں کہتا ہوں آپ اپنی زندگی فضول بر باد کر رہے ہیں۔“

”بس آپ ہی کو خانہ آپادی مبارک رہے۔ خاکسار کو تین کی ضرورت نہیں۔“ فریدی بولا۔

”اچھا تو کب تک یونہی سڑکیں ناپتے رہیں گے۔ چلنے سامنے والے پاک میں چل کر بیٹھیں۔“

”میرا خیال ہے کہ ایک فرلامگ بھی نہیں چلے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اوہ اچھا تو یہ بات ہے

دہاں وہ نہیں ہیں ساریاں جو لہاری ہیں۔ خیر جناب چلے۔“

یہ دونوں پارک میں آئے۔ پوپی اپنی شخصی متحقی گنجان بالوں والی دم لہر اتا ہوا ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔ دھڑا ایک اسیشن کتاب پر جھپٹا۔ قبل اس کے کفریدی آگے بڑھ کر اسے چھڑا۔ اسیشن کتے نے اسے دو تین پٹختیاں دے دیں۔ ایک طرف سے ایک خوبصورت انگریز لڑکی چلتی ہوئی کتے کی طرف دوڑی اور پوپی کو اس سے چھین کر گود میں اٹھایا جس پر بخ سے وہ لڑکی آئی تھی اس پر ایک انگریز مرد بھی بیٹھا تھا۔ فریدی جلاہٹ میں اس کی طرف بڑھا۔

”کیوں جتاب یہ کتا آپ کا ہے؟“ فریدی نے اس سے پوچھا۔

”کیوں.....!“ اس نے فریدی کو تیکھی نظر دیں سے گھوڑ کر پوچھا۔

”وہ اس لئے کہ اس نے میرے کتے کو قریب قریب ختم ہی کر دیا ہے۔“

”تو میں کیا کروں۔“ وہ لاپرواں سے بولا۔

”اس تم کے دھشی کتے آزاد رکھے جاتے ہیں۔“ فریدی نے تخت لجھ میں کہا۔

انگریز نے کوئی جواب دینے کے بجائے غرفت سے منہ پھیر لیا۔

”مرث مجھے افسوس ہے۔“ لڑکی نے فریدی کے قریب آ کر کہا۔ پھر اپنے ساتھی انگریز سے مخاطب ہو کر بولی۔

”نام تم بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احتیٰق ہو جاتے ہو۔“

”تواب میں کیا کروں..... کتابی تو ہے۔“ انگریز بولا۔

”اگر سما بات ہے تو تمہرہ میں بھی ایک منگاتا ہوں۔“ فریدی نے تخت لجھ میں کہا۔

”جادہ جاؤ مت دماغ چانو۔“ انگریز گرج کر بولا۔

”اچھا تو اگر تم اپنے باپ کے بیٹے ہو تو اس وقت تک یہاں تھہرنا جب تک کہ میرا کتابی یہاں نہ آ جائے۔“

لڑکی اپنے ساتھی کو پھر مرد ابھالا کہنے لگی۔ لیکن شاید اس پر جھکڑا کرنے کا جتوں سا طاری ہو گیا تھا۔ اس نے فریدی کا چیلنج منکور کر لیا۔

”حید.....!“ فریدی حید کی طرف مرکر بولا۔ ”بلوڈ گلو.....!“

حید زخمی پوپی کو گود میں اٹھا کر پارک سے باہر نکل گیا۔ فریدی نے جو کتاب ملکوایا تھا وہ دنیا

کی خطرناک ترین افریقی نسل سے تھا۔

بات کافی بڑھ گئی تھی۔ لڑکی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ نبڑی طرح گھبرائی ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف اس کے ساتھی کی آنکھوں سے نفرت اور حقارت جھلک رہی تھی۔ یہ ایک جوان المعر اور ستر درست آدمی تھا۔ اس کے بھاری اور غیر متناسب بجزئے اس کی سفا کا نہ طبیعت کا انکھار کر رہے تھے۔

تمہوزی دیر بعد حمید ایک سرکش کتے کی زنجیر تھے پارک میں داخل ہوا۔ اسیشن انگریز کے چہروں کے پاس پڑا اونٹھ رہا تھا۔ فریدی کے کتے میو ڈنگو کی آمد پر دھنٹا چوک کر بیٹھ گیا۔ فریدی نے اپنے کتے کے پٹے سے زنجیر الگ کر لی۔ میو ڈنگو کو دیکھ کر انگریز کے کتے نے غرنا شروع کیا۔ ڈنگو پہلے تو اسے خاموشی سے گھوٹتا رہا پھر یا کیک اس پر جھپٹ پڑا۔ لڑکی جیخ کر کر خپ پر کھڑی ہو گئی۔ انگریز بھی ایک طرف ہٹ گیا۔ چند ہن لوگوں کے بعد اسیشن نے ایک خوفناک جیخ ماری اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میو ڈنگو نے اس کا گلا چھاڑ دیا تھا۔ زمین پر خون کی چادری پھیل گئی تھی۔ انگریز نے اپنا پستول نکال لیا لیکن دوسرا ہی لمحے میں فائز ہوا اور انگریز کا پستول اچھل کر دور جا گرا۔ فریدی کے روپ اور کی نالی سے ہنومیں کی پتی کی لکیر لکل کر فضا میں مل کھا رہی تھی۔ فائز کی آواز سن کر بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے تھے۔

فریدی نے اپناریو الور جیب میں ڈال لیا۔ انگریز جیسے ہی پستول اٹھانے کی لئے جھکا دو پولیس کا نشیل آ کر اس نے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حمید نے میو ڈنگو کے زنجیر ڈال دی اور فریدی کا اشارہ پا تے ہی وہ پارک سے کتے سمیت روانہ ہو گیا۔ کچھ لوگ دور بیٹھے ہوئے کتوں کی لواٹی ضرور دیکھ رہے تھے لیکن انہوں نے صرف انگریز کو پستول نکالتے ہوئے دیکھا تھا۔ فریدی کی طرف وہ اس وقت متوجہ ہوئے جب وہ اپناریو الور جیب میں رکھ چکا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ کسی کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہیں سکا۔ انگریز کے گرد بھیڑ اکٹھی ہو رہی تھی اور فریدی وہاں سے چاپ کا تھا۔

انگریز چند پڑھ لکھنے آدمیوں کی مدد سے پولیس کو سارا اওعہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے باوجود بھی اسے قریب کے تھانے میں جانا ہی پڑا۔

اونھر حید بوكھلايا ہوا اپنی جائے قیام پر پہنچا۔ اسے رہ رہ کر فریدی کی اس حرکت پر غصہ آ رہا تھا۔ بھلا یہ کیا حمافت کی۔ بیٹھے بھائے ایک نئی مصیبت۔ اگر وہ اونھر فریدی کی گولی سے بھی ہو گیا ہوتا۔ وہ انہیں خیالات میں دیر سک الجھارہ۔ تقریباً دو گھنٹے گذر گئے لیکن فریدی کا کہنی پڑتے تھے۔ اس دوران میں اس نے کوتولی کے دو چکر لگائے لیکن نہ معلوم ہوا کہ فریدی کہاں ہے۔ البتہ پارک کے حدائقے کے متعلق کتنی دلچسپ باتیں سننے میں آئیں۔ یہ سب ایک پراسرار آدی کے متعلق تھیں، جس کے کتنے نے ایک انتہائی توانا اور تدرست ایشیں کوموت کے لمحات اتار دیا تھا اور اس کے نشانے کی تحریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے کہ اس کی گولی اونھر کے پستول پر لگی اور وہ ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔۔۔ خیر حید کو یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ اونھر زخمی نہیں ہوا، خودا سے تسبیح ہونے لگا کہ اتنی جلدی میں فریدی اتنا کامیاب نشانہ کیسے لے سکا۔ لیکن اسے یہ سوچ کر الجھن ہو رہی تھی کہ پولیس اس معاملے کی تحقیقات ضرور کرے گی اور اگر یہ چیز ظاہر ہو گئی تو بڑی سکی ہو گی۔ وہ فریدی کی نیک نای پر ایک ہلکا سادھہ بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چہ جا بکھر اس پر قانون نئی کا الزام عائد ہو وہ سوچ رہا تھا کہ اس اونھر اور اس کی سائبھی لاکی نے ہم لوگوں کو اچھی طرح پہچان لیا ہو گا۔ اب اگر کہنی اور نہ بھیز ہو گئی تو پریشانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فریدی کے آتے ہی وہ اسے واپس چلنے کا مشورہ دے گا۔ لیکن اسے اس کی ایک نیصد بھی وقوع نہیں تھی کہ فریدی اس کے مشورے پر عمل کرے گا۔ وہ اس کی صندی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا جب تک کہ وہ کم بخت ہجھل کی مورتی مل نہ جائے گی اور فریدی اس کے راز کو دریافت نہ کرے گا اس کا یہاں سے بلانا نہیں ہے۔

وہ سوچ گئے تھے لیکن فریدی نہ لوٹا۔ رات حدود پر تاریک تھی۔ آسان میں غبار ہونے کی وجہ سے ستارے بھی دھم پڑ گئے تھے۔ رام گڑھ کی حسین پہاڑیاں تاریکی کی چادر اڈھے خاموش کر دی تھیں۔ پہاڑی جھیکروں کی تیز آوازوں نے ماحول میں ایک عجیب حرم کی ویران یکسانیت پیدا کر دی تھی۔ کبھی کبھی بھلکے ہوئے تیز کی صدائیں میں لبرا کر رہ جاتی۔ حید براہمے میں بیٹھا فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ابھی تک کھانا بھی نہ کھایا تھا۔ حید کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہنی فریدی کی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔

دھن اسے کچھ دور اندر میرے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ سیدھا ہو کر بینجھ گا۔  
”دوسرا لمحے میں فریدی اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”اور اب آپ اس طرح مسکرا رہے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔“ حمید نے جلا کر کہا۔

”بگزدمت پیارے۔“ فریدی چمک کر بولا۔ ”جنہوں کی منزل گھنٹوں میں طے کر کے

آ رہا ہوں۔“

”خواہ تو وہ اتنی دیر پر بیٹھان کر ڈالا۔“ حمید نے پیز ارمی سے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ اب شوہر پرست یوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دو

گے۔“ فریدی بہس کر بولا۔

”بس بس رہنے دیجئے۔“ حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ ”ابھی بتاؤں گا تو حواس گم ہو جائیں گے۔“

”کیوں؟ کیا ہوا۔“ فریدی نے سمجھی گی سے پوچھا۔

”وہ انگریز نبڑی طرح زخمی ہو گیا ہے۔“

”بہت اچھے۔“ فریدی قہقہہ لگا کر بولا۔ ”شاید تم افسوس کی محفل سے اٹھ کر آئے ہو۔“

”خیر مجھے کیا بھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

”میں مجھے سب کچھ معلوم ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں اتنا اناڑی نشانہ باز نہیں ہوں۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن آپ کو یہ کیا سمجھی تھی۔“

”بھی کیا بتاؤں غصہ ہی تو ہے آگیا۔“ فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”پولیس نے اس کی رپورٹ درج کر لی ہے۔“

”کر لی ہو گی۔“ فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔

”دیکھتے جاتا۔“ حمید نے کہا۔ ”ہر جگہ یہ لاث صاحبی کام نہیں آسکتی۔ اگر ہم لوگ اس

معاملے میں پھنس گئے تو بڑی بے عزتی ہو گی۔“

”اچھا جی.....!“ فریدی بہس کر بولا۔ ”آج کل بڑے عاقبت انگلیش ہو رہے ہو؟“

”خیر ماریے کوئی مجھے کیا۔“ حمید اٹھتے ہوئے منہ پھلا کر بولا۔ ”جوک کے مارے ہر حال

ہو گیا۔“

"واقعی تم میں ایک سعادت مند بیوی بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہیں۔"

حمد کوئی جواب دیئے بغیر سید حافظ اینگل روم کی طرف چلا گیا۔ کھانے کی میز پر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔

"مجھے ہرگز موقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی اور اتنے ڈرامائی انداز میں کامیابی ہوگی۔ اسے محض اتفاق سمجھتا چاہئے کہ میں انہیں لوگوں سے الجھ پڑا جن کی تلاش تھی۔"

"کیا مطلب.....؟" حمید پوچک کر بولا۔

"تمیل کی صورتی۔" فریدی جسک کر حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"لاحوال ولاقوة.....!" حمید فو والا پلیٹ میں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"بھلا کھانے پر غصہ اتنا رنے سے کیا فائدہ؟" فریدی نے کہا۔ "بیٹھو بیٹھو۔" حمید بیٹھ گیا۔

لیکن اس کے پھرے پر بیزاری کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"بعضی تم سن کر اچھل پڑو گے۔" فریدی نے کہا۔

"جی نہیں کوئی ایسی بات نہیں سننا چاہتا۔ جس سے مجھے خواہ تجوہ اچھلاتا کو دنا پڑے۔"

"وہ لڑکی تھی نا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "خیر چھوڑ دھناؤ.....!"

"اوہ..... اسے تو میں بھول ہی گیا تھا۔" حمید نے جلدی سے پوچھا۔

"کافی خوبصورت ہے۔" فریدی نے کہا۔

"واقعی ایسی لڑکیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔" حمید بولا۔ "غضب کی ہے۔"

"میں وہ انتظام کر رہا ہوں کہ تمہیں کچھ دن اس کے ساتھ رہنا پڑے گا۔" فریدی سمجھی گی

سے بولا۔

حمد کی رال با قاعدہ طور پر لکھنے لگی۔

"کیا تم اس کے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"شاید آپ کوئی بہت ہی خطرناک تم کا مذاق کرنے والے ہیں۔" حمید بولا۔

"نہیں میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

حید خاموش ہو گیا۔

”جانے ہو وہ کون ہے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”بھلا میں کیا جانوں۔“

”جارج فنٹے کی لاکی جولیا۔“

”جارج فنٹے۔“ حید چوک کر بولا۔ ”یہ نام کہنی سناتو ہے۔“

”میری ہی زبانی سنائے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”وہ کون ہے؟“

”لندن کا ایک ماہر آثار قدیمہ۔“

حید کچھ سوچنے لگا۔ پھر یکایک اس کے چہرے پر نظرت کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے

فریدی کو گھور کر دیکھا جو قاب سے شور بہ نکال کر اپنی پلیٹ میں ڈال رہا تھا۔

”پھر وہی جھل کی مورتی..... خدا ایسے غارت کرے۔“ حید جھلا کر بولا

”تو تمہیں جولیا پسند نہیں آئی۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”جہنم میں گئی جولیا۔“ حید منہ سکوڑ کر بولا۔

”پھر تو میں ہی اس سے محض کروں گا۔“

”آپ کی مرضی۔“

تحوڑی دیر کے لئے پھر خاموشی چھا گئی۔ فریدی کھانا کھا چکا تھا۔ حید خیالات میں ڈوبا ہوا

آہست آہست منہ چلا رہا تھا۔ فریدی انھ کر شلنے لگا۔

”لیکن جارج فنٹے یہاں کہاں؟“

”لیکن چیز قابل غور ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”بہت ممکن ہے کہ اس نے بھی اخبارات میں مورتی کے متعلق پڑھا ہو۔“ حید نے کہا۔

”نہیں..... وہ اس واقعے کے پہلے سے یہاں موجود ہے۔“

”اوہ.....!“ حید نے کہا۔ ”لیکن یہک آپ کو اس کی اطلاع کیسے ہوئی۔“

”محض اتفاق.....!“ فریدی نے کہا۔ ”آج کے واقعے کی روپورث انہوں نے تھانے میں

درج کرادی ہے۔ اسی رپورٹ کے ذریعے مجھے معلوم ہوا جارج فٹلے اس کی لڑکی جولیا اور وہ سر پھر اگر یہ کیشان آر تھر یہاں تقریباً ایک ماہ سے مقیم ہیں۔“

”وجہ.....؟“

”سیاحت.....!“

”ہوں..... تو اب مجھے کچھ کچھ عمل آ رہی ہے۔“ حید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”خبر بہت اچھا ہوا۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن عمل کے ساتھ ہی ساتھ تمہوڑی ہمت بھی درکار ہے۔“

”تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس وقت وہ جہل کی مورثی انہیں لوگوں کے قبضے میں ہے۔“

”قطیعی.....!“

”اور آپ کا ارادہ ہے کہ آپ اُسے ان کے پاس سے اڑا دیں۔“ حید نے پوچھا۔

”نہیں..... بھائی بھلا اس سے کیا فائدہ۔“

”تو پھر آپ میرے لئے باہم ہونے کی دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں۔“

”اس کی بھی ایک وجہ ہے۔“

”کیا.....؟“

”ایک بھی داستان۔“

”یعنی.....!“

”جارج فٹلے کی پارٹی عنقریب شرق کی طرف سفر کرنے والی ہے۔“

”بڑی خوشی ہوئی۔ میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔“ حید بخیدگی سے بولا۔

”اور یہ بھی جانتے ہو۔“ فریدی نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے کہا۔ ”کچھار کا جگہ جہاں مسلی قوم آباد ہے شرق ہی کی طرف ہے۔“

”اوہ.....!“ حید غور سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”جارج فٹلے کا ساتھی کیشان آر تھر ایک زمانے میں یہاں مکمل جگلات کا آفسر تھا۔ غالباً وہ

جارج فٹلے کی رہنمائی کر رہے گا۔“

”مگر یہ چارج فتنے صاحب اس خطرناک مہم پر اپنی صاحبزادی کو کیوں لے چاہے ہیں۔“  
 ”محض اسی لئے کہ میاں حید اسی بھانے اپنے دوست اور بھائی فریدی کا ساتھ دے سکیں۔“  
 ”یعنی تو کیا آپ بھی اس پارٹی کے ساتھ سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“ حید جلدی سے بولا۔  
 ”قطیٰ.....!“

”بھلا اس سے فائدہ۔“

”دونوں اپنی اپنی لیاقت کے مطابق تفریح کر سکیں گے۔ میں اس سفر سے لفظ اٹھاؤں گا  
 اور تم اس لڑکی کی گہری نسلی آنکھوں میں گیتوں کے جزیرے تلاش کرنا۔“  
 ”تو کیا واقعی آپ جان دینے پر تسلی ہوئے ہیں۔“ حید نے کہا۔  
 ”تمہیں یہ خیال کیسے پیدا ہوا.....؟“

”ظاہر ہے کہ آر تھرا اور جولیا ہم لوگوں کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔“  
 ”اوہ.....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”میں نہایت سنجیدگی سے عرض کر رہا ہوں کہ میں اس سفر کے لئے تیار نہیں۔“ حید نے کہا۔  
 ”میں نہایت صدق دل سے کہتا ہوں کہ تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔“ فریدی  
 نے کہا اور سگار سماگا کر بلکہ ہلکے کلکش لینے لگا۔

”لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ اکیلے سفر کریں۔“

”پھر تم چاہے کیا ہو۔“

”میں کہ آپ اپنا ارادہ قطیٰ ترک کر دیجھے۔“

”یہ ناممکن ہے۔“

”نپولین کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں۔“ حید نے مسکرا کر کہا۔  
 فریدی کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ وہ دھڑا چوک پڑا۔ حید کو چپ رہنے کا اشارہ کر کے وہ  
 آہستہ سے بولا۔ ”یہ غراہٹ کیسی تھی؟“

”اوہ نہ، وہ کوئی کتا۔ ممکن ہے اپنا ہی کتا ہو۔“ حید نے لاپرواٹی سے کہا۔

”نہیں یہ اپنے کتے کی آواز نہیں۔“ فریدی نے کہا اور انھوں کو کھڑکی کے قریب چلا گیا۔

تحوڑی دیر بعد غراہٹ کی آواز پھر سنائی دی۔ فریدی کی نئیں باہر اندر ہرے میں بھک رہی تھیں۔ دھنلا کچھ دور ٹارچ کی روشنی میں اسے ایک بڑا سا کتا دکھائی دی۔ ٹارچ کسی آدمی کے ہاتھ میں تھی جس کی روشنی میں صرف اس کے پور دکھائی دے رہے تھے۔ کتاب میں پرسنگل کر غرار ہا تھا۔ فریدی نے کمرے کی روشنی گل کر دی۔

”یہ کیا کیا آپ نے۔“ حمید جلدی سے بولا۔

”خاموش.....!“ فریدی نے آہستہ سے کہا اور تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں پوری عمارت تاریک ہو گئی۔ حمید اب تک کھڑکی کے قریب کھڑا جرت سے اس کے کوڈ لکھ رہا تھا۔ کتابی جگہ گویا جم کر رہا گیا۔ وہ بار بار زمین سوکھتا اور پھر سر اٹھا کر غرانے لگتا۔ اس کے پاس کھڑا ہوا آدمی ادھر ادھر ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا۔ چاروں طرف سنا ڈھا۔ قرب و جوار کی عمارتیں بھی تاریک تھیں۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ فریدی نے مکان کی روشنی کیوں گل کر دی اور وہ کہاں چلا گیا۔

اس آدمی کی ٹارچ کی روشنی ادھر ادھر کی عمارتوں پر ٹھیک ہوئی پھر کتے پر آ کر جم گئی۔ دھنلا کی طرف سے ایک فائر ہوا اور کتا اچھل کر دور جا گرا۔ شاید یہ کتے کی آخری بچکیاں تھیں۔ اندر ہرے میں کوئی دور تک دوڑتا چلا گیا۔ پھر میں زمین پر قدموں کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد سکوت چھا گیا۔

## فریدی کی عجیب حرکت

حمد کی الحسن لخط پر لخط بروحتی جا رہی تھی۔ اندر ہرے میں اس کام کھشنے لگا تھا۔ فائر کی آواز اور مرتب ہوئے کتے کے شور کی وجہ سے پاس کی کئی عمارتوں میں روشنی نظر آنے لگی تھی۔ کچھ لوگ

باہر بھی نکل آئے تھے۔ حمید نے بھی غیر ارادی طور پر کمرے میں روشنی کر دی اور باہر نکل آیا۔ چار پانچ آدمی جن کے ہاتھوں میں ہار جھیں تھیں کہتے کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ایک کافی قوی اور خوفناک کتا تھا۔ حسوزی دری کے بعد کچھ ایسی مسحکہ خرچتم کی قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں کہ حمید کو ائے پاؤں والپس آنا پڑا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بے تحاشہ پستانہ شروع کر دے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا فریدی ایک آرام کری پر دراز سگار کے بلکے شش لے رہا تھا۔ اس کی رانفل کری کے بازو سے بھی ہوئی تھی۔ حمید کو دیکھ کر مسکرا یا۔  
 ”آخ رآپ نے یہ سب کیا اودھم مچار بھی ہے۔“ حمید نے بھی خجل کر کہا۔  
 ”خری یہ بعد میں ہتاوں گا..... تم یہ ہتاو کہ ڈھونکو کو گھر تک کس طرح لائے تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”مطلب یہ کہ وہ اپنے ہیروں سے جل کر یہاں تک پہنچا تھا یا کسی اور طرح۔“

”آخ رآپ یہ کہوں پوچھ رہے ہیں۔“

”تم میرے سوال کا جواب دو۔“ فریدی نے اکٹا کر کہا۔

”کچھ نہ رک بجھے اس کو گوئی میں لانا پڑا تھا۔“

”کیا اسی جگہ سے نہیں جہاں ہم نے ابھی اس کے کو دیکھا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”بہت ممکن ہے وہی جگہ ہی ہو۔“ حمید نے کہا۔ ”وہاں پہنچ کر وہ کسی طرح آگے بڑھی نہیں رہا تھا۔ مجبوراً مجھے اسے گوئی میں اٹھانا پڑا۔“

”اوہ..... تو یہی وجہ تھی۔“ فریدی بے ساختہ بولا۔

”آخ رآپ کچھ بتاتے کیوں نہیں۔“ حمید نے بے صبری کا اعلہار کرتے ہوئے کہا۔

”ابھی تم جس کے کی لاش دیکھ آئے ہوا سے میں نے ہی مارا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن کیوں.....!“ حمید بے تابی سے بولا۔ ”آخ رآج کتوں کے پیچے کیوں پڑ گئے ہیں۔“

”اگر میں اسے مٹھا نے نہ لگا دیتا تو اچھی خاصی مصیبت آ جاتی اور میری ہنائی ہوئی ایکسٹم خاک میں مل جاتی۔“ فریدی نے بجا ہوا سگار ایش ٹرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”اب ختم بھی سمجھنے یہ پہلیاں.....!“ حمید اکتا کر بولا۔

”یہ کتاب بھی آر تھر ہی کا تھا۔ بہت خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤٹ۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے شکار کی بوپا جانے پر اسے پاتال میں بھی نہیں چھوڑتا۔ آر تھر نے شاید اسے اسیشن کی لاش سگلا کر لیو ڈنگو کے راستے پر لگا دیا تھا۔ لہذا جہاں تک ڈنگوا پہنچوں سے چل کر آیا تھا اس نے اس کا چیخنا نہیں چھوڑا، لیکن یہاں آ کر وہ مجبور ہو گیا۔ کیونکہ تم ڈنگو کو یہاں سے گود میں لائے تھے۔ یہ بھی ایک اتفاق تھا جس کی وجہ سے اس وقت بیج گئے، ورنہ دوسری صورت میں وہ سیدھا نہیں آتا اور نہ تھی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔“

”تو یہ کہئے۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔ ”میں تو سمجھا تھا شاید خدا نہ خواست۔“

”دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

”بھلا میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔“ حمید ہنس کر بولا۔

”خیر..... خیر..... ختم کرو یہ باعثیں..... اپنا ضروری سامان ٹھیک کرو..... میں اسی وقت

یہ مکان چھوڑتا ہے۔“

”جی.....!“ حمید چونکہ کر بولا۔ ”کیا مطلب.....؟“

”کسی ہوشی میں چل کر رہیں گے۔“

”آخ رکیوں؟“

”بھی عجیب گھاٹر آدمی ہو۔“ فریدی بولا۔ ”اس علاقے میں اس کے پر گولی چلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہیں کہنی رہتے ہیں۔“

”تعجب ہے کہ اس انگریز سے اس نبڑی طرح خائف ہو گئے۔“ حمید نے کہا۔

”تم غلط سمجھے! بات یہ نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آر تھر سے خائف ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

”ڈر اس بات کا ہے کہ اگر دوبارہ اس کا سامنا ہو گیا تو میں اپنی ایکسوں کو عملی جامد نہ پہنچا سکوں گا۔“

”آخر وہ ایکسی میں معلوم تو ہوں۔“ حمید نے اکتا کر کہا۔

”اطمینان سے متاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”ابھی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔“

حمد نے پہلی خواست انٹھ کر ضروریات کی چیزیں اکٹھی کیں اور ایک سوت کیس میں رکھیں۔

فریدی بھی انتظام میں مشغول ہو گیا۔ اس نے تو کروں کو ضروری ہدایات دیں اور انہیں ایک کشہ رقم دے کر اس وقت تک رام گڑھ میں مقیم رہنے کے لئے کہا جب تک وہ واپس نہ آئے۔ ان تو کروں کو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا اور یہ سب مجربراً اور پرانے توکر تھے۔

فریدی اور حمید نے ایک ایک سوٹ کیس اور ہولہاں اٹھائے اور گھر سے نکل کر باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں گم ہو گئے۔

تقریباً ایک کھنٹے کے بعد وہ ایک متوسط درجے کے صاف سترے ہوٹل میں بخششیت مسافر داخل ہو رہے تھے۔ انہیں رہائش کے کمرے میں چل گئے۔

"کہنے حضور والا آپ کو اطمینان میسر ہوا یا نہیں۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ہاں آں.....!" فریدی چار پاؤں پر لیٹ کر حمید کی طرف کروٹ لیتا ہوا بولا۔ "کیا پوچھتا چاہتے ہو۔"

"ان سب بوکھلا ہٹوں کا مطلب.....!"

"تم اسے بوکھلا ہٹ کہہ رہے ہو پیارے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"جی نہیں..... بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں آپ۔" حمید طنزیہ انداز میں بولا

"خیر..... کارنامہ میں انجام دے رہا ہوں۔ اس میں تم میرے برادر کے شریک رہو گے۔"

"میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں۔" حمید بے زاری سے بولا۔

"اس پارچھیں پاؤں دھونے کا بھی موقع مل جائے گا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمدی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں نے وہ ایکم بنائی ہے کہ تم سن کر اچھل پڑو گے۔" فریدی نے کہا۔

"ارشاد.....!"

"جارج فٹلے ستر کے نئے ساتھی مہیا کر رہا ہے۔ آج بھی اس نے دس پہاڑیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ تقریباً پچاس آدمی اس کے ساتھ جائیں گے۔ وہ جو درجنے کا ارادہ رکھتا ہے ادھر کوئی باقاعدہ راست نہیں ہے..... اس نے ستر پیڈل یا نچروں پر کیا جائے گا۔"

"تو پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

”ہم دونوں بھی پہاڑی مزدوروں کی حیثیت سے اس پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔“

فریدی نے کہا۔

”بہت خوب اور ذیرِ حسوس میں پیدل چل کر آخیر میں اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔“ حمید

نے کہا۔

”تم ہمیشہ ہر چیز کا تاریک پہلوتی دیکھتے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ عادت اچھی نہیں..... تمہیں تو عورت ہونا چاہئے تھا۔“

”یہی تو میری بد نصیبی ہے۔“ حمید بولا۔ ”آخر آپ اپنا بیان جاری رکھئے۔“

”کل ہم دونوں پہاڑی مزدوروں کے بھیں میں جارج فلٹے سے ملیں گے۔“

”لیکن اس سے قائدہ..... ہمارا پول بندھی کھل جائے گا۔ اس لئے کہ ہم پہاڑی زبان

نہیں جانتے۔“ حمید نے کہا۔

”تم صرف اپنے متعلق کہہ سکتے ہو۔“ فریدی بولا۔ ”میں اپنے کی زبان بخوبی بول سکتا ہوں۔“

”لیکن میں کیا کر دوں گا۔“ حمید اکتا کر بولا۔

”تم گوئے بن جانا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”تمہارے متعلق پہاڑیوں میں یہ مشہور کردوں گا کہ تم گوئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”بس بس معاف رکھئے خاکسار کو۔“ حمید نے کہا۔ ”میں زندگی بھرا یا نہیں کر سکتا۔“

”تو پھر کل تم گھر واپس چلے جاؤ۔“ فریدی نے سمجھی گئی سے کہا۔

”آخر دیکھا جائے گا۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ اپنا پروگرام بتائیے۔“

”بس صرف اتنی سی بات کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ چلنا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”محض اس مورثی کا راز جانے کے لئے۔“

”ہاں.....؟“

”لیکن یہ کوئی عقل مندی کی حرکت نہ ہوگی۔“ حمید نے کہا۔ ”یہ تو وہی خل ہوئی کہ شکاری

شکار کھلیں اور بے وقوف ساتھ پھریں۔“

"تی الحال اسے بے وقوفی ہی سمجھ لیں۔" فریدی نے کہا۔ "میں مکمل ارادہ کر چکا ہوں۔"

"اور اگر راستے میں آر تھر یا جولیا نے ہمیں پچان لیا تو شامت ہی آجائے گی۔"

"تم مطمئن رہو..... اس کی نوبت نہ آنے پائے گی۔" فریدی نے کہا۔

"میں تو پانچ سال سے مطمئن بیٹھا ہوں۔"

"اماں تم عجیب آدمی ہو۔" فریدی جلا کر بولا۔ "میں تمھیں مجبور کب کرتا ہوں کہ تم  
میرے ساتھ چلو۔"

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں ساتھ نہ چلوں گا۔ لیکن چلنے کا جو طریقہ آپ اختیار کرنے  
والے ہیں وہ انتہائی تکلیف وہ ہو گا ہر قسم کی دقوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ نہ تو ہمارے پاس  
قاعدے کے کپڑے ہوں گے اور نہ جوتے۔"

"یار تم واقعی بڑے عیاش ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ذرا اس زندگی میں بھی تو آ کر دیکھو  
کہ یہ کتنی پر لطف ہے۔"

"خبر صاحب..... چھوڑ یے۔" حمید نے جمالی لیتے ہوئے کہا۔ اب نیند آ رہی ہے۔

"شب بخیر۔"

## روانگی

فریدی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ حمید اور وہ جارح قتلے کے بارہ داروں کی نوٹی میں  
شامل کرنے گئے۔ فریدی نے دو خپر خرید لئے تھے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شاید حمید کی ہمت نہ پڑتی۔  
ڈریڈھ سو میل کا پیدل سڑ آسان کام نہیں اور پھر ایسے لوگوں کے لئے جن کی زندگی محنت اور  
مشقت سے دور گزدی ہو۔

تیسرا دن یہ کاروں جو پہنچنے آئیں پر مشتمل تمام شرق کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان کے ساتھ میں خپر بھی تھے جن پر چھوٹے چھوٹے خیمے اور دوسرا سامان لدا ہوا تھا۔ فریدی اور حید کے خپروں پر بہت تھوڑا سامان تھا اس لئے وہ کبھی کبھی بینہ بھی لیتے تھے۔ حید کو فریدی پر حرمت ہو رہی تھی کہ اس نے کتنی آسانی سے پہاڑی مزدوروں کی زندگی بر کرنی شروع کر دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی پروش اسی ماحول میں ہوتی ہے۔ وہی چال ڈھال..... وہی وحشیانہ انداز گنگم ۰۰ میں ہی جنا کشی ۰۰ عمیش۔ نہایت ہمہ اور آرام دہ جو تے استعمال کرتا تھا اس وقت اتنی آسانی لے ساتھ پھر نبی زمین پر نگئے چڑھ جل۔ ہا تھا جیسے اس نے بھی بوتے پہنچنے والے ہوں۔

حید کا دم گھٹ رہا تھا کیونکہ اس کی قبضتی کی طرح چلے والی زبان روک دی گئی تھی۔ فریدی کی ایکم کے مطابق وہ ایک گولے کی حیثیت سے پارٹی میں شامل ہوا تھا۔ فریدی جب اس سے اشاروں میں بات کرتا تو اسے بے ساختہ بھی آجائی اور فریدی اسے نبڑی طرح گھورنے لگتا۔ فریدی نے کچھ اتنا گھنٹا نا بھیں بدلا تھا کہ بعض اوقات تو حید کا ہمیشہ ماش ہونے لگتا۔ وہ ایک اوپر عمر کے پہاڑی مزدور کے بھیں میں تھا۔ اس کے منہ سے ہر وقت رال بہہ کر تھوڑی سے پکڑ رہتی تھی۔ جسے وہ نہایت لاپرواٹی سے پھنسی ہوئی قمیں کی آستھوں سے پوچھ لیتا تھا۔ اس وقت وہ ایک خپر کی باگ ڈور تھا سے ایک موٹے سے پانس کا ڈھنڈا بیکا لٹکڑا تھا جو اس کا ہموار راستے طے کر رہا تھا۔ قائلے کی رفتار آہستہ آہستہ ست ہوتی چاہی تھی۔ قائلے کا راہبر کپٹن آر تھرڈ ڈرائیور کے لئے کسی مناسب جگہ کی ٹھاٹ میں تھا۔ غالباً وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی خیمے قصب کر دیتا چاہتا تھا۔

شام کی سرد ہوتی ہوئی سرخی مائل وہوب پہاڑیوں پر پھیلی ہوتی تھی۔ ہر طرف ایک پر اسرار سنا چھایا ہوا تھا۔ ایسا سنا جو پھر میں زمین پر خپروں کی ٹالپوں کی آواز کے باوجود بھی برقرار تھا۔ کبھی کسی پہاڑی عتاب کی تیز آواز دور سک لہراتی چلی جاتی۔

آر تھر جولیا اور جارج فنلے اپنے اپنے خپروں سے اتر پڑے۔ کاروں رک گیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ویران چٹانوں کے درمیان کافی چل پہل نظر آنے لگی۔ خیمے قصب کر دیئے گئے۔ جا بجا

آگ جلا دی گئی۔ وہند لکا تاریکی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مغربی افق میں شوخ رنگوں کے لمبے سیاہی کے غبار میں دب کر آہستہ آہستہ وہند لے ہوتے جا رہے تھے۔

آرٹر مزدوروں کو رات کے کھانے کے لئے چاول اور خلک مچھلیاں بانٹا پھر رہا تھا۔ کسی جگہ رک کر مزدوروں کو کچھ ہدایات بھی دینے لگتا تھا۔ وہ پہاڑی زبان بخوبی بول سکتا تھا۔ اس نے شاید او، کی تباہیں اسی وقت یکمی تھیں جب وہ پہاڑی جنگلات کا افسر تھا۔ اس کے برخلاف بارہ فتنے اور جولیاً مشرقی زبانوں سے بالکل تادا قافت تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے آرٹر کو اپنا راہبر بنایا تھا۔

آرٹر جب فریدی کو اتنے نی چاول دینے لگا جتنے کہ اس نے دوسروں کو دینے تھے تو فریدی اس سے الجھ پڑا۔

”بھلا صاحب اتنے میں میرا کیا ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیا یہ کم ہے۔“ آرٹر تیز لمحے میں بولا۔

”بہت کم.....!“

”اتنے ہی میں نے سب کو دیے ہیں۔“ آرٹر نے کہا۔

”صاحب میں ان سب سے زیادہ کام کر سکتا ہوں۔“ فریدی بولا۔

”کیا کام کر سکتے ہو۔“

”بڑی بڑی چٹائیں لڑکا سکتا ہوں۔ جنگلی جانوروں سے لڑ سکتا ہوں۔ ہاتھیوں کے سوڑا اکھاڑ سکتا ہوں۔ میں شیر کا بیٹا ہوں۔“ فریدی نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر دوسرا مزدوروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”ان جوانوں میں سے مجھے کوئی نہیں اخدا سکتا۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ایک ہاتھ پر اٹھا کر کم از کم ایک میل تک لے جاسکتا ہوں۔“

”اوہ ہو بڑے بہادر ہو تم.....!“

”جی صاحب۔“

فریدی کے قریب ہی ایک قوی ہیکل نوجوان پہاڑی مزدور کھڑا اس کی ڈیگیں سن رہا تھا۔ اسے بے اختیار ہنسی آگئی۔

”تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں میرے بیٹے۔“ فریدی اس کی طرف مُکر آستن سے اپنی راں پوچھتا ہوا بولا۔

”نہیں تم بالکل حق کہہ رہے ہو۔“ وہ نہ کر لولائے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم لوگوں سے زیادہ چیزوں ہو۔“

”دیکھو میرے بچے تم ابھی مجھے نہیں جانتے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تمہیں شاید اپنے تن و تو ش پر گھمنڈ ہے۔ ذرا میرا پچھے ہی موڑ دو۔“ فریدی نے اپنا پچھہ اس کی طرف بڑھا، یا آرخ دنوں کو دیکھی سے دیکھنے لگا۔

نوجوان نے فریدی کی الگیوں میں اپنی الگیاں پھنسائیں اور زور کرنے لگا۔ لیکن موڑنا تو درکنار فریدی کے ہاتھ میں چینش تک نہ ہوئی۔

”بس کر میرے بچے۔“ فریدی نے تھوڑے دیر کے بعد کہا۔ ”مجھے تیری طاقت کا اعتراف ہے، لیکن یہ پچھہ لو ہے کا ہے۔“

نوجوان مزدور نے اپنا ہاتھ چھوڑ دیا اور کھیانی بھی ہستا ہوا دوسروی طرف چلا گیا۔

”واقعی تم کافی طاقت در ہو۔“ آرخ نے تھیسین آمیز لمحہ میں کہا۔ ”اچھا یہ لو اپنے چاول اور ..... اب تو خوش ہو۔“

”خدا صاحب کا بھلا کرے۔“

”گونگا تمہارا لڑکا ہے۔“ آرخ نے پوچھا۔

”میرا بھائی ہے صاحب۔“

”اس کا چاول اسے دیا جائے گا۔“

”ہاں صاحب۔“

آرخ آگے بڑھ گیا۔

حمد لکڑیاں سلکارہاتا۔ آگ پھوکتے پھوکتے اس کے آنسو بہہ ٹلے تھے۔ آگ تھی کہ جنے کا نام ہی نہ لتھی تھی۔ فریدی مُکر را ہوا اس کے پاس پہنچا۔

”کیوں میاں حمید، خیرت تو ہے۔“ فریدی اس کے پاس بیٹھ کر آہتہ سے بولا۔

”دیکھئے آپ خواہ نکواہ مجھے تاؤ نہ دالائیے۔“ حمید نے جواب دیا۔

”یار تم بہت کمزور دل کے آدمی ہو۔“

”اب اس سفر میں میرا زندہ رہنا محال ہے۔“ حمید بولا۔

”کیوں.....؟“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“ حمید نے بے بسی سے کہا ”کہاں ہماری زندگی اور کہاں پتھر لی چڑائیں۔ میں کہتا ہوں راکر مجھے چائے نصیب نہ ہوئی تو میرا مر جانا یقینی ہے۔ درد سے سر پھٹا پڑ رہا ہے۔“

”گھبرا تے کیوں ہو پیارے۔ بہت جلد تمہاری چائے کا بھی انتحام ہو جائے گا۔“ فریدی

نے کہا۔ ”بہت جلد یہ لوگ مجھے میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”بس پیشے ہوائی قلتے بنایا کجھے۔“ حمید جل کر بولا۔

”سن رہے ہو..... بخدا جو لیا کی آواز میں بڑی مشاہس ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”ہو گی سائی۔“ حمید جھنجھلا کر بولا۔

”تمہاری جمالیاتی حس کہاں مر گئی حمید؟“

”دیکھئے میں اس وقت باتیں کرنے کے موڑ میں نہیں ہوں۔“

”خیر خدا کا شکر ہے کہ میں نے زندگی میں ایک بار تمہارے منہ سے یہ جملہ سن لیا۔“

فریدی نے نفس کر کہا۔ ”خدا تمہاری قنیخی کی طرح چلنے والی زبان کی مغفرت کرے۔ آمین۔“

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے فریدی کے اور اپنے چادل ایک ہڑے سے تسلی میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیے تھے۔

”یار اس طرح ہیئت نہ ہارو، دیکھو بہت جلد ہم لوگ اس پارٹی میں کوئی تماں ایاں جگہ حاصل

کر لیں گے۔“

”آتی تماں ایں ہم کو اپنے کانڈوں پر اٹھانا پڑے۔“

”پھر وہی عورتوں کی سی باتیں۔“

اپنی ان دلوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک قوی ہیکل حدوڑان کے پاس آ کر کمزرا

ہو گیا۔

”سنا ہے..... بڑے طاقتور ہو.....!“ وہ فریدی کی طرف رکھ کر ٹھپر انداز میں بولا۔

”جابھائی جا پنا کام کر..... مجھے چاول ابالتے ہیں۔“ فریدی لاپرواں سے بولا۔

”مجھ سے کشتی لڑو گے۔“ پھاڑی مزدور اکٹھ کر بولا۔

”نہیں بھائی میں بہت کمزور ہوں، جامیرا دماغ نہ چاٹ۔“ فریدی نے کہا اور جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہلانے جلانے لگا۔

”لے یار تو تو بڑا اکٹلا۔“ پھاڑی پس کر بولا۔

”آخرو تو چاہتا کیا ہے۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”کشتی.....!“

”اچھا چل پہلے صاحب سے پوچھ لیں، لیکن پھر تجھے لڑنا ہی پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔

دونوں آرٹھر کے خیسے کے سامنے آئے، خیسے میں جولیا، آرٹھر اور جارج فٹلے بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔

”کیا ہے؟“ آرٹھر فریدی کو خیسے کے سامنے کھڑا دیکھ کر بولا۔

”صاحب میں اجازت لینے آیا ہوں۔“

”کس بات کی۔“

”یہ مجھ سے کشتی لڑنا چاہتا ہے۔“ فریدی نے مزدور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

آرٹھر ہنسنے لگا پھر اس نے جارج فٹلے کو فریدی کی شیخیوں کے متعلق بتانا شروع کیا۔

”لیکن بہت گند آدمی ہے۔“ جولیا ہونٹ تکوڑ کر بولی۔ ”دیکھو رال کس بُری طرح بہری ہے۔ لیکن میں ان کی لڑائی دیکھنا چاہتی ہوں۔“

آرٹھر نے نہیں اجازت دے دی۔ جولیا اور جارج فٹلے بھی خیسے سے باہر نکل آئے۔

فریدی اور مزدور ایک دوسرے پر مل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد مزدور ہاضمے لگا۔

”وکیہ پیٹا۔“ فریدی نے کہا۔ ”تو ابھی تک مجھے نہیں الہماز پایا ہے..... اب سنبلہ میں تجھے الہماز تا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ فریدی نے زور کر کے الہماز اور اپنے سر  کے

بولا۔ ”بول کدھر پھیکھوں۔“ لیکن پھر آہستے سے سامنے زمین پر کھڑا کر دیا۔

”جا یہاگ جا..... جا کر اپنے چاول بیال بڑے بوڑھوں کے منہبیں لگا کرتے۔ شابش.....!“ فریدی نے کہا۔

دور کھڑے ہوئے مزدوروں نے پہنچا شروع کر دیا اور نگست خورده مزدور خود ہی کھیانی پھی ہستا ہوا بولا۔ ”مان گیا بابا واقعی تو استاد ہے“ اور پھر وہ مانتے سے پسند پونچھتا ہوا اپنی ٹوپی میں جاتلا۔

”واقعی بہت طاقت در ہے۔“ جارج فلٹن نے آرٹھر سے کہا۔

”مگر بہت گندابجھے تو بہت گھن آتی ہے۔“ جولیا بولی اور فریدی دل ہی دل میں مکرانے لگا۔

”صاحب بولتے ہیں تم بہت طاقت در ہو۔“ آرٹھر نے فریدی سے کہا۔ ”لیکن میم صاحب تم کو گندائیتی ہیں۔ تمہارے من سے رال بھتی ہے۔“

”صاحب میرے من میں چھالے ہیں، جب وہ اچھے ہو جائیں گے تو رال خود بخود بند ہو جائے گی۔“

”اوہ..... اچھا ہم تم تھیں چھالوں کی دوادیں گے۔“ آرٹھر نے کہا۔

”لیکن صاحب اب میری طاقت بہت گھٹ جائے گی اور شاید میرا بھائی تو مری جائے۔“

”کیوں.....؟“ آرٹھر نے پوچھا۔

”ہم دونوں چائے کے عادی ہیں۔ بھلا ہمیں چائے یہاں کہاں سے ملے گی۔“ فریدی نے کہا۔

”ہم تم تھیں چائے دیں گے، جاؤ اپنا برتن لاو۔“ آرٹھر نے کہا۔

”صاحب کا بہت بہت شکریہ۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ بھی گولس صاحب کی طرح نیک اور رحم دل آدمی ہیں۔“

”کون گولس صاحب۔“ آرٹھر نے پوچھا۔

”اے آپ نے گولس صاحب کا نام نہیں سن۔“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”میجر یا ایم گولس افریقہ کے مشہور شکاری۔“

”تم انہیں کیا جانو.....؟“ آرٹر نے سمجھا۔ مجھے میں پوچھا۔

”ارے بھلا مجھ سے زیادہ انہیں کون جانے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے تین سال تک

ان کے ساتھ افریقہ کے کالے جنگلوں کی خاک چھانی ہے۔“

آرٹر بنے لگا جارج فنلے نے اس سے بُنی کی وجہ پوچھی۔ ”یہ کہہ رہا ہے کہ میجر گولس کے ساتھ افریقہ میں رہ چکا ہے۔“

”ممکن ہے۔“ جارج فنلے نے کہا۔

”مجھے تو اب اس پر کچھ شہربوچلا ہے۔“ آرٹر نے کہا۔

”کیوں.....؟“ جارج فنلے نے چوک کر پوچھا۔

”کہیں یہ بھی انہیں دیسیوں میں سے نہ ہو جنہوں نے مورتی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”اوہ.....!“ جارج فنلے نے کہا اور فریدی کو گھومنے لگا۔

”خیر میں اس کا امتحان کئے لیتا ہوں۔“ آرٹر نے کہا اور پھر فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

”گولس کا مستقل قیام افریقہ میں کہاں تھا۔“

”مومباسہ میں۔“ فریدی نے جواب دیا۔

وہ اسے حرمت سے دیکھنے لگا۔

”افریقہ کی سب سے زیادہ خطرناک چیز کیا ہے؟“ آرٹر نے پوچھا۔

”زہر لیکھی، سی سی فلاٹی، جس کے محلے کی خبر نہیں ہوتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”شاید

آپ کو مجھ پر کچھ شہربوچا ہوا ہے۔ شاید آپ نہیں جانتے ہیں کہ میں اپنے آقاوں کے لئے جان سک کی بازی لگا دیتا ہوں۔ جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ مگر صاحب اب وہ قدر داں کہاں، گولس صاحب

مجھے اپنے برادر بخاتے تھے۔“

”بھلا میں تم پر کس بات کا شہربوچا کر سکتا ہوں۔“ آرٹر نے اچاک پوچھا۔

”یہی کہ میں آپ کو اپنے جھوٹے کارناموں کے قصے سا کر آپ کا اعتماد حاصل کرنا

چاہتا ہوں۔ محض اس لئے کہ کسی دن موقع پا کر آپ لوگوں کو لوٹ لوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تم غلط سمجھے۔“ آرٹر جس کر بولا۔ ”میں صرف اتنا جانتا چاہتا تھا کہ تم واقعی کام کے آدمی

ہو یا نہیں۔"

"خیر صاحب یہ تو وقت پر ہی معلوم ہو سکے گا۔" فریدی نے کہا۔

"تم اس سے پہلے بھی کبھی مشرق کی طرف سفر کر چکے ہو۔" آرخمنے پوچھا۔

"صرف ایک بار۔" فریدی نے کہا۔ "اور وہ واقعہ بھی یہاں پہنچ پہنچ ہے کہ ایک بار آپ ہی کی طرح ایک صاحب نے رام گڑھ میں بہت سے مزدوروں کو اکٹھا کیا تھا اور وہ بھی اسی طرف آئے تھے، لیکن کچھ دور پہنچنے کے بعد وہ اچانک لوٹ پڑے تھے۔ ان کی کوئی چیز چوری ہو گئی تھی۔ اس کا انہیں اتنا دکھ ہوا کہ وہ آگے نہ چاہے۔"

"کیا چیز چوری ہو گئی تھی۔"

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔"

"ہوں.....!" آرخمنے پہنچ سوچتا ہوا بولا۔ "وہ کہاں جانا چاہتے تھے۔"

"دریائے تامسی کے کنارے۔" فریدی نے کہا۔ "وہ دوسرے کنارے پر جانا چاہتے تھے لیکن ارادہ تھا کہ وہ مزدوروں کو ادھر ہی سے رخصت کر دیں گے۔"

"اوہ.....!"

آرخمنے جارج فنٹلے کی طرف مُرکَّز کر اسے اپنی اور فریدی کی گفتگو کے متعلق اگریزی میں بتانے لگا۔

"ان باتوں سے تو یہ پہنچتا ہے کہ وہ سورتی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" جولیا بولی۔ "اگر

ایسا ہوتا تو وہ اس کا تذکرہ ہی نہ کرتا۔"

"ہاں میرا بھی سمجھی خیال ہے۔" آرخمنے کہا۔ پھر وہ فریدی کے کانٹے پر ہاتھ درکھ کر پیاری زبان میں بولا۔ "جاوہ جاؤ اپنا برتن لاو۔"..... تم ہر وقت یہاں سے چائے لے سکتے ہو اور رات کو سوتے وقت میرے پاس آتا میں تمہارے چھالوں میں دو الگ دوں گا۔"

تمہوزی دیر بعد حمید اور فریدی آگ کے پاس بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"کیوں برخوردار.....!" فرمی بنتے ہنس کر کہا۔ "کہ کسی روی۔"

"بہت اچھی۔" حمید بے زادی سے بیکھر کر دل کے تسلی کو آگ پر سے اٹارتے ہوئے۔

"ابھی کیا ہے میں اس سے بھی زیادہ آرام پہنچانے کی کاوش۔"..... میر کھوت جولیا سے

تمہاری شادی کراؤں۔“

”بس جتاب کی عنایت کا شکریہ۔“ حید نے کہا۔ ”اس وقت تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے  
جیسے میرے باپ کی بھی بھی شادی نہ ہوئی ہو۔“

## حید کی شامت

سورج طلوع ہوتے ہی پھر سفر شروع ہو گیا۔ خیسے اکھاڑ کر خپروں پر بار کر دیئے گئے۔ جن  
مزدوروں کے پاس خچرتے وہ ان پر سامان لادنے کے بعد خود بھی بیٹھ گئے۔ بقیر لوگ اپنے  
سردوں پر کچھ نہ کچھ اٹھائے ہوئے پیدل چل رہے تھے، جولیا اور جارج فتنے خپروں پر سوار آگے  
آگے چل رہے تھے۔

اس وقت قافلہ بلندی سے ایک پر فضا وادی میں اتر رہا تھا۔ نیک پہاڑوں کا سلسلہ ختم  
ہو چکا تھا۔ چاروں طرف ہری بھری پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ نیچے وادی میں چھوٹی کی پہاڑی  
نڈی نئے نئے قطرے اچھاتی ہوئی تیز رفتاری سے بہر رہی تھی۔ نائنے میں پانی کی آواز ایسی  
معلوم ہو رہی تھی جیسے خوفناک دھنڈکوں میں ستار کی مدھم سی جھنکار..... حید کی رومان پسند طبیعت  
گنگلنے کے لئے بے قرار ہوئی۔ لیکن وہ تو گونگھا تھا۔ وہ جھنگھلا گیا۔ اس کا دل چاہا اپنے خچر کے  
دونوں کان اکھاڑ ڈالے۔ فریدی دور تھا ورنہ وہ اسے ایک آدھ بار کھانا جانے والی نظروں سے  
ضرور گھوڑتا۔ اس کا خچر جولیا کے پیچے تھا۔ جولیا کے سبھے بالوں کے نیچے سرخ پسید گردن جس  
کے درمیان میں ایک لطیفی سی سلوٹ تھی۔ حید کے دل میں گد گدیاں پیدا کر رہی تھی۔ کاش وہ  
بول سکتا جولیا کافی خوب صورت تھی۔ اس کی گہری نیلی آنکھیں دو پہاڑیوں کے درمیان خلاء سے  
دھماکی دینے والے آسمان کی طرح پرکشش اور روح کو ایک انجانی دنیا میں کھینچ لے جانے والی

تھیں۔ آنکھوں اور چہروں میں دوسری دلاؤ بیز چیز اور پری ہونٹ کی ہلکی سہری روئیدگی تھی اور جب اس میں پیسے کی شخصی تھی بوندیں بھی شامل ہو جاتیں تو وہ اور زیادہ حسین دکھائی دینے لگتی۔ دن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد جب وہ چائے کا پہلا گھونٹ لیتی تو اس کی آنکھوں میں نشہ سا جھلکنے لگتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارے جسم کی حکیم اس کے چہرے پر ایک غم آلوڈ زماہث بن کر پھیل گئی ہو۔ حمید غیر ارادی طور پر اس کے قریب رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ سوچتا کاش وہ اس حالت میں رہنے پر مجبور نہ ہوتا۔ کاش وہ بول سکتا۔

کارواں وادی میں اتر آیا تھا، آگے بڑھنے سے پہلے ندی پار کرنی ضروری تھی۔

”ندی زیادہ گہری نہیں ہے۔“ آرٹر نے جارج فلتے سے کہا۔ ”ہم لوگ آسانی سے گزر جائیں گے۔ میں اس علاقے میں کچھ دن رہ چکا ہوں۔“

جارج فلتے نے بھی اپنا خپر پانی میں اتار دیا۔

تحوڑی دیر بعد پورا قافر ندی پار کر گیا۔ سامنے دور تک ہر ابھرا میدان پھیلا ہوا تھا۔

”دوسری چڑھائی ذرا تکلیف دہ ہوگی۔“ آرٹر نے جارج فلتے سے کہا۔

”کیوں.....؟“

”وہاں ہمیں خود ہی راستے بنانے پڑیں گے لیکن یہ وقت زیادہ دور تک قائم نہیں رہے گی۔“

لیکن یہ ضرور ہے کہ ہمیں اس کے لئے دو تین دن پہلے ہی اپنی پچھلی حکیم دور کرنی پڑے گی۔“

”ہوں.....!“ جارج فلتے نے کہا اور سگریٹ سلاکنے لگا۔

”آگے ایک گاؤں ہے وہاں ہم دو تین دن بھیجاں گے لیکن ہم لوگوں کو کافی محتاط رہتا ہے۔“

پڑے گا کیونکہ اب ہمیں ایسے لوگوں سے دوچار ہونا ہے جو قحطی وحشی ہیں۔“

”اگر انہوں نے ہمیں گاؤں میں داخل نہ ہونے دیا تو.....!“ جارج فلتے نے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا۔ جنگلیوں کا سردار مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے ایک حادثے میں اس کی جان بچائی تھی۔“ آرٹر نے کہا۔ ”یہ بھی یاد رکھئے کہ یہ جنگلی احسان فراموش نہیں ہوتے۔“

”مجھے تو انہیں دیکھ کر خوف آئے گا۔“ جو لیا اٹھلا کر بولی اور حمید ہزار جان سے قربان ہوتے ہوئے بچا کیونکہ اچاک اس کے خپر نے ٹھوکر کھائی اور وہ سنجھل نہ جاتا تو سر کے بل زمین

پر آ رہا تھا۔

قاقدہ جیسے ہی گاؤں میں داخل ہوا جنگلی اپنے اپنے جھونپڑوں سے نکل آئے۔ ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے ان کی ڈراؤنی شکلیں دیکھ کر جولیا کی چینیں نکل گئیں۔

”کوئی ان سے بولے نہیں۔“ آرٹھرنے پلٹ کر پھاڑی مزدوروں سے کہا۔

”کارروں رک گیا۔ ہر آدمی کے سر پر دو دو جنگلی مسلط تھے۔

آرٹھرنے چیز کر جنگلیوں سے کچھ کہا۔ ان میں ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے آرٹھر کا بازو پکڑ کر اسے بقیہ لوگوں سے الگ کر لیا وہ دونوں ایک طرف چلنے لگے۔

”مگر ان کی بات نہیں، میں ان کے سردار کے پاس جا رہا ہوں۔“

آرٹھرنے جارج فلٹے سے کہا۔ وہ جنگلی آرٹھر کو ایک بڑے جھونپڑے کے باہر چھوڑ کر خود اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اس کے ساتھ ایک آدمی اور تھا جس نے بے شمار بحدے زیورات پہن رکھے تھے اور اس کا منڈا ہوا سر پلیے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ آرٹھر کو دیکھتے ہی وہ ہس پڑا۔ آرٹھرنے اس کے قریب پہنچ کر مکانا ناہیں وہ بوس دے کر ایک قدم پیچے ہٹ گیا۔ پھر اس نے مکانا اور آرٹھر سے بوس دے کر ایک قدم پیچے ہٹ گیا۔

پھر دونوں نے زمین پر دوزافو بیٹھ کر آہستہ آہستہ تین بار اپنے سر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ غالباً یہ ان کا معاشرہ تھا۔ وہ شخص جو آرٹھر کو لایا تھا سردار کا اشارہ پا کر آرٹھر کے سامنے اچھلنے کو دنے لگا۔ اس نے آرٹھر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کا داہنا ہاتھ چوم کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر سردار نے اس سے کچھ کہا اور وہ اٹھ کر اس طرف چلا گیا جدھر جارج فلٹے وغیرہ کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد چپروں پر سے سامان اٹا را جانے لگا۔ پرانی شناسائی کی بناء پر جنگلیوں کے سردار نے آرٹھر کو وہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ جولیا بُری طرح خائف تھی۔ اگر کسی جنگلی سے اس کی آنکھیں چار ہو جاتیں تو وہ خوف سے لرزے لگتی تھی، ایک بار خیسے میں جانے کے بعد وہ پھر باہر نہیں نکلی۔ فریدی اور حمید ایک خیسے کی رسیاں تان رہے تھے۔ حمید پیسہ پیسہ ہو رہا تھا۔

”کیوں حمید صاحب..... ان جنگلی عورتوں میں سے کوئی پسند آئی۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔

”ارے یہ عورتیں ہیں۔ اگر یہ عورتیں ہیں تو میں لفظ عورت پر سو بار لعنت بھیجا ہوں۔“

”لیکن گھبراوئیں صاحبزادے..... بہت جلد ان میں سے کوئی ایک تمہارے لئے سوہان روح بننے والی ہے۔“ فریدی نے خس کر کہا۔

”کیا مطلب.....؟“ حمید چوک کر بولا۔

”تم اس قوم کی عجیب و غریب مہماں نوازی سے واقف نہیں ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”آن رات تمہیں کسی نہ کسی عورت کے ساتھ ناچنا پڑے گا۔“

”دیکھئے میں خود کشی کرلوں گا۔“ حمید نے جلا کر کہا۔

”میرے خیال میں خود کشی سے زیادہ آسان توجہ ناجائز ہے گا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔  
”دیکھئے..... میں آپ سے اے۔“

”چپ چپ۔ آرٹھر آرہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

آرٹھر ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

”کہو تم ان جنگلیوں سے خائف تو نہیں ہو۔“ آرٹھر نے فریدی سے خس کر پوچھا۔

”بالکل نہیں..... بھلا ان میں خوف زدہ کرنے والی کیا بات ہے۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”کیا تمہارا وہ انگریز شکاری ادھری سے گزراتا ہے۔؟“

”نہیں..... دوسری طرف سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں وہ پہاڑی ندی نہیں پار کرنی پڑی تھی۔“

”اس قبیلے کا سردار میرا دوست ہے۔“ آرٹھر نے کہا۔

”لیکن گوئا قوم قابل اعتبار نہیں ہے۔“ فریدی بولا۔

”تمہیں کیا معلوم ہے۔؟“ آرٹھر چوک کر بولا۔ ”تم شاید ادھر بھی آئے ہی نہیں۔“

”یہ میں نے اپنے باپ کی زبانی ساختا۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”نہیں..... ایسا نہیں ہے۔“

پہاڑوں کی ملک

"ہتا دینا میرا کام تھا آگے آپ کو اختیار ہے۔" فریدی نے کہا۔ "خصوصاً انکی صورت میں

جب کہ آپ کے ساتھ ایک جوان لڑکی ہے۔ آپ کا ہتھ اڑ رہنا ضروری ہے۔"

"کہوں ہے۔" آرتمس نے ناخنگوار لہجہ میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

فریدی پھر خیز درست کرنے میں مشغول ہو گیا۔

خیزے نصب ہو چکے تھے۔ جارج فٹلے وغیرہ آرام کرنے لگے۔ مزدوروں نے کھانا پکانا

شروع کر دیا۔ جنگلیوں کے نکل دھرگ بچے کھانے کے لائق میں مزدوروں کے گرد اکٹھا

ہو گئے۔ آرتمس ردار کے جھونپڑے میں چلا گیا۔ لثیف اور ملی عورتیں پہاڑی مزدوروں کو گھور گھور

کر دیکھ رہی تھیں۔ فریدی اور حمید ایک جگہ بیٹھے اپنے چاول ابیال رہے تھے۔ فریدی آرتمس سے

نکل ڈال رہیا تھا جنہیں وہ ایک بڑے سے تسلی میں بھجوئے ہوئے تھا۔

حمد جنگلی عورتوں میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ ان میں کتنی جوان تھیں جنہیں

حمد اپنے تصور میں نہلا دھلا کر جدید طرز کے کپڑے پہننا رہا تھا۔

"اس لڑکی کو دیکھ رہے ہیں آپ۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں کیا ارادہ ہے۔"

"کچھ نہیں..... میں نے کہا اگر اسے قاعدے کے کپڑے پہنادیے جائیں تو کیسی لگ

گی۔" حمید نے کہا۔

"ذرائع میں آئیے..... مزدور ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ عورتوں کو دیکھ کر یہ نہ بھول جائیے

کہ آپ کوئی ہیں۔" فریدی سکرا کر بولا۔

حمد خاموش ہو گیا لیکن اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

دفعاً عورتوں اور بچوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ حمید اور فریدی چوک چوک پڑے۔ سامنے

ایک قوی الجثہ اور سیاہ قام عورت کھڑی بچوں کو من چڑھا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ قبقبہ مار کر ہٹنے بھی لگتی

تھی۔ وہ ایک خارش زدہ کتیا کو گود میں اٹھائے پاگلوں کی طرح اچھٹنے کو دنے لگی۔ بچوں نے اس

پر پھر سچھکنے شروع کر دیے۔ بچوں کی ماں میں جھونپڑوں سے نکل آئیں اور اپنے اپنے بچوں کو الگ

ہٹانے لگیں۔ شاید یہ عورت پاگل تھی۔ بچوں کے جاتے ہی وہ زمین پر بیٹھ کر خارش زدہ کتے کو

پیار کرنے لگی۔ حمید خس رہا تھا۔ وہ دونوں پہاڑی مزدوروں کی کٹی سے کافی قاطلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ فریدی یوں بھی حمید کے مصنوعی گونگے پن کی وجہ سے ان لوگوں سے دوری رہتا تھا اور اس دوری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پہاڑی مزدor فریدی سے جلتے گئے تھے، کونکر اسے آقاوں کی طرف سے خاص مراعات حاصل تھیں۔

پاگل عورت حمید کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ وہ اس نے کہے کو پیار کرتے ہوئے اٹھا کر دور پیچنک دیا۔ کتاب میں جس کے بجا گا اور وہ عورت دانت نہال نہال کرائے مکد دکھانے لگی۔ حمید زور سے بنس پڑا۔ عورت چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی اور اس نے بھی جوابی قپچہ لگایا۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ کر فریدی اور حمید کے پاس آئی تھی۔ حمید گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

”کیوں حمید صاحب کیا یہ عورت نہیں ہے۔ تشریف رکھئے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ عورت حمید کی طرف دیکھ کر ہنسنے جا رہی تھی اور اب اس نے کچھ بمحضہ قدم کے اشارے بھی کرنے شروع کر دیئے تھے۔

”یہ کیا مصیبت آگئی۔“ حمید بخصلناکا۔

” المصیبت کیوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی ہے۔ چلو تمہاری یہ شکایت تو رفع ہو گئی کہ عورت تم پر بہت کم عاشق ہوئی ہیں۔“ حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خوفزدہ نظروں سے پاگل عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ”اچھا شاید تم تھائی چاہتے ہو۔“ فریدی نے انتہے ہوئے کہا۔

”ارے ارے۔“ کہہ کر حمید نے فریدی کا ہاتھ کپڑا لیا۔

”بھی میں تمہارے عشق میں مغل نہیں ہونا چاہتا۔“ فریدی نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

عورت نہ جانے کیا سمجھی ..... پہلے تو وہ کھڑی کچھ دیر ہیں ان کی کھینچا تانی دیکھتی رہی پھر اچاک حمید پر ٹوٹ پڑی۔

”ارے ارے .....!“ حمید بے بھی سے بولا۔ وہ حمید کو زمین پر گرا کر دیوچ بیٹھی۔ حمید بُری طرح چیز رہا تھا۔ ایک خوفزدہ پرندے کی طرح جسے کسی عقاب نے دبایا ہو۔ فریدی اسے

انھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس نے فریدی کے ہاتھ میں کئی جگد دانت سے کاٹ لیا۔ اپنے تیز اور نوکیلے ناخنوں سے اس کا منفوج لیا۔ حمید بدستور پچھے جا رہا تھا۔ پھر اڑی ہزو در دور کھڑے ہنس رہے تھے۔ بدقت تمام فریدی نے اس عورت کو الگ ہٹایا اور حمید اٹھ کر جھاگا اب وہ حمید کو چھوڑ کر فریدی کی طرف پلٹ پڑی تھی۔ شور سن کر دونوں جنگلی آگئے۔ انہوں نے اس عورت کو نیزدیں کی ایسا چھما کر دہاں سے بھگا دیا۔

حمدناک کی سیدھہ میں بے تحاشہ دوڑا جا رہا تھا۔ فریدی بھی اس کے پیچے دوڑنے لگا۔  
بدقت تمام وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔

”میں سمجھا..... سمجھا..... شش..... شاید..... وہ ہے۔“ حمید ہاتھا ہوا بولا۔

فریدی نے اسے زمین پر بٹھا دیا۔ وہ بُری طرح ہاتپ رہا تھا۔

”میں اب..... میں اب..... خود کشی کروں گا۔“ حمید نے فریدی کو گھوڑتے ہوئے کہا۔

”ناکامی کے بعد سبھی ہوتا ہے۔“ فریدی ہنس کر بولا۔ ”مگر اؤ نہیں..... میں تمھیں کوئی اشتہاری دوام نہیں کروں گا۔“

”ویکھئے بس..... میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔“ حمید غصے سے بولا۔ اس کی آنکھوں میں بے بُسی کے آنسو چکل آئے تھے۔ فریدی نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اسے تسلی اور دلاسر دیتا ہوا اپس لے آیا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ پھر اڑی ہزو دروں کے سامنے اس کی کافی بے عزتی ہوئی تھی۔ اب وہ اس پر ہسا کریں گے۔ وہ ان پر کسی قسم کا اظہار بھی نہ کر سکے گا۔ کیونکہ وہ گونگا تھا۔ لیکن فریدی کو اس کی ٹھنڈی پر حرث ہو رہی تھی کہ اس نے بے تحاشہ چیختنے پلانے میں اپنا گونگا پن برقرار رکھا تھا۔

## ناچ اور جنگ

فریدی کھانا کھا کر جارج فلٹے کے خیئے کی طرف چلا گیا۔ وہاں کئی جنگلی کمزے تھے۔ ان میں جنگلیوں کا سردار بھی تھا۔ آرٹر اور جارج فلٹے اپنے اسلئے لا لاؤ کران کے سامنے ڈھیر کر رہے تھے جنہیں ایک قوی ییکل جوان اکٹھا کر رہا تھا۔ اس نے شیر کی کھال پہن رکھی تھی اور ساتھیوں میں سب سے زیادہ طاقت و رواز تک درست معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے سردار سے کچھ کہا۔ اس کے جواب میں سردار نے سرہلایا اور آرٹر اسے کچھ کہنے لگا۔ آرٹر نے خیئے کی طرف اشارہ کیا۔ دو تین جنگلی خیئے میں گھس گئے اور بقیہ پہاڑی مزدوروں کے سامان کی خلاشی لینے لگے۔ فریدی تھر تھا۔ وہ جنگلیوں کی زبان قطعی نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس نے آرٹر سے پوچھا۔

"تم بھی اپنی اپنا سامان دکھا دو۔" آرٹر نے کہا۔ "بیتھ باتیں اطمینان سے تاؤں گا۔"

فریدی اپنی بڑی سی ٹھڑی اٹھا لایا ہے وہ راستہ بھر اپنی پیٹھ پر باندھ رہا تھا۔

اس میں کچھ پھٹے پرانے کپڑے تھے اور تمباکو کے چوں کا ایک بڑا سائیڈل۔ ایک چھوٹی کی چمک اور دوسری کچھ چھوٹی موٹی چیزیں تھیں۔

خلاشی ختم ہونے کے بعد جنگلیوں نے سارا اسلوٹ اٹھایا اور ایک طرف چلے گئے۔ جنگلی سردار آرٹر کو کچھ سمجھا رہا تھا۔

جب وہ چلا گیا تو جولیا آرٹر پر برنسے گی۔

"تم نے اس پر اعتیبار کیوں کر لیا۔" اس نے کہا۔

"اس لئے کہ ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔" آرٹر نے کہا۔

"اگر عقل مندی کا سیکھی حال رہا تو مجھ پر چکے۔" جولیا بولی۔

"بھی تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتیں۔" آرٹر نے اتنا کہا۔

جارج فلٹے بھی اپنی بیٹی کو سمجھانے لگا۔

فریدی نے وہاں نہیں کھبر کر معاٹے کی نویت سمجھنے کے بجائے سیکھا کر اسلوٹ

جانے والوں کا چیخنا کرے۔

انہوں نے رائفلیں پستول اور کارتوں ایک جھونپڑے میں لے جا کر رکھ دیئے۔ تھوڑی دری بعد ان میں سے ایک آدمی تھوڑا سامان لے کر چنانوں کے چیخے عاسی ہونے لگا۔ فریدی چنانوں میں چھپتا چھپتا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ چنانوں کے منہ پر ایک بڑا سا پتھر رکھ کر پہنچ گئے۔ شیر کی کھال میں ملبوس قوی ییکل جنگلی شاید انہیں پکھہ ہدایات دے رہا تھا۔ تھوڑی دری رک کر اس نے پھر کچھ کہا اور اس کے ساتھی وحشیانہ انداز میں قبیٹے لگانے لگے پھر وہ سب دہان سے چلے گئے۔ فریدی چنانوں کی اوٹ سے جماںک جماںک کر انہیں دیکھتا رہا جب وہ نظر دن سے اوچھل ہو گئے تو فریدی اس غار کے نزدیک آیا اور پھر ہٹا کر سارا اسلو ایک درمے غار میں منتقل کر دیا۔ یہ غار بادی اندر میں غار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کافی اوپنجی چنانوں پر چڑھ کر دیکھنے سے تو البتہ اس کا دہانہ نظر آ سکتا تھا لیکن ایسا کوئی کرنے ہی کیوں لگا۔

آخر سے استفار حال پر فریدی کو معلوم ہوا کہ سردار نے مجبوراً ان کے اسلحہ جات لے لئے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ ان کی روائی کے وقت انہیں واپس کر دیئے جائیں گے۔ آخر نے سردار کی مجبوری کی ایک بھی چوڑی داشتاناں نہیں۔ وہ نوجوان جو شیر کی کھال پینے ہوئے تھا ان سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔ وہ ہیئت اس تاک میں رہتا تھا کہ کسی طرح قبیلے والوں کو سردار کے خلاف اکس اکر خود سردار بن جائے چنانچہ ان لوگوں کے چیختے ہی اس نے قبیلے والوں میں سردار کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ سردار نے انہیں قتل کر دینے کے لئے سفید آدمیوں کو بایا ہے۔ جب اس کی خبر سردار کو ہوئی تو اس نے لوگوں کو سمجھا تھا شروع کر دیا کہ وہ لوگ یہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کریں گے اور پھر شیر کی کھال والے نوجوان نے اسلحہ لے لیئے کی تجویز ہیں کی اور وعدہ کیا کہ ان کی روائی کے وقت اسلحہ والیں کر دیا جائے گا۔ آخر نے بتایا کہ سردار اس نوجوان سے بہت خائف رہتا ہے۔ اس نے قبیلے کے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنا ہم خیال بنالیا ہے، وہ اس کی پشت پناہی میں من مانی حرکتیں کیا کرتے ہیں۔ سردار نے ان سے تم لے لی ہے کہ وہ اسلحہ والیں کر دیں گے۔

”مگر صاحب یہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔“ فریدی نے کہا۔ ”خدا خیر کرے۔“

"فلمت کرو سردار ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔" آرخمنے جواب دیا۔

"اگر خود ہی بے چارہ دھوکا کھا گیا ہوتا کیا ہو گا۔" فریدی نے کہا۔

"ہو گا بھتی جو کچھ دیکھا جائے گا۔" آرخمنے اتنا کر کہا۔ اس کے انداز سے معلوم ہو رہا

تھا جیسے وہ خود بھی مطمئن نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ اب چارہ ہی کیا تھا کہ خاموشی سے بیٹھا جائے۔ خصوصاً جولیا بہت زیادہ خائف تھی اس نے بات بات پر الامات عائد کرنے شروع کر دیئے تھے۔ آرخمن بوجھاؤں سے گھبرا یا ہوا تھا۔

دن گذر گیا تاریکی پھیلتے ہی فریدی ان چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا جہاں اس نے غار میں راکھلیں اور درسرے المحر جات چھپا دیئے تھے۔ ادھر ایک بڑے میدان میں جنگلوں کا سردار مہماںوں کی شیافت کا انتظام کر رہا تھا۔ بڑی بڑی مشتعلیں روشن تھیں جن میں ریڈڈی کا تحل جل رہا تھا۔ جس کی سڑائیہ فضائیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جا بجا الاؤ جل رہے تھے جن پر مسلم ہر بھونے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد آرخمن جولیا اور جارج فٹلے بھی اپنے مزدوروں سمیت وہاں پہنچ گئے۔ جولیا خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ اگر آرخمن صد تک رہتا تو شاید وہ بھی اس جگہتے جاتی۔

سب وہاں پہنچ گئے تھے لیکن فریدی لاپتہ تھا۔

شام کے کھانے سے فارغ ہو کر ڈھول پینے جانے لگے اور پھر قبیلے کی جوان لڑکیاں دائرہ بننا کر ڈھول کی آواز پر ناپنے لگیں۔ جنگلی جنگ کر گارہے تھے۔ سردار کے قریب ہی شیر کی کھال والا جوان بیٹھا اپنے بازوؤں کی مچھلیاں اکڑا اکڑا کر دیکھ رہا تھا۔ اکثر وہ جولیا کی طرف لپاٹی ہوئی نظروں سے دیکھ لینا تھا۔ جولیا بڑی طرح لرز رہی تھی۔ دھنٹا وہ جانے کے لئے آئی۔ شیر کی کھال والے نے جنگ کر کچھ کہا۔ اس کی آواز سنتے ہی کئی نوجوان ناچتی ہوئی لڑکیوں پر نوٹ پڑے اور انہوں نے ان کو پکڑ کر اچھلنا شروع کر دیا۔ جولیا جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ شیر کی کھال والے نے اسے پکڑ لیا اور کچھ کرتا ناپنے والوں کی بھیڑ میں لے آیا۔ جولیا کی چیزوں نکل گئیں۔ آرخمن اور جارج فٹلے اسے چھڑانے کے لئے آگے بڑھے لیکن ان کے سینوں کے سامنے کئی جنگلی نیزے لے کر آگئے۔

سردار چھینتے لگا۔ شاید وہ اس حرکت پر اپنی ناراضگی کا اعلیٰ کر رہا تھا۔ شیر کی کھال والے

نے سردار پر اپنا نیزہ تان لیا..... دونوں میں بہت ہی تجزیہ کی گفتگو ہو رہی تھی۔ ادھر جارج فتنے آرٹھر کو نہ ابھلا کہہ رہا تھا۔

وختا فریدی بھیڑ کو چیرتا ہوا آرٹھر کے قریب پہنچا۔ آرٹھر نے طرح گھبرا لیا ہوا تھا۔

”کیوں صاحب کیا معاملہ ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”تم ٹھیک کہتے تھے، ہمیں دھوکا دیا گیا۔ اس شیطان نے اسی لئے ہمارا المٹ لے لینے کی تحریک شروع کی تھی۔“

”اور سردار کیا کہتا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”وہ بیچارہ بے قصور ہے۔ اس وقت پورا قبیلہ اس شیطان کا طرف دار ہو گیا ہے۔“

”سردار انجائی کوشش کر رہا ہے کہ وہ جولیا کو چھوڑ دے لیکن وہ لانے مرنے پر آمادہ ہے۔“

”وہ آخر کہتا کیا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم لوگ نیزوں اور کواروں سے بخوبی لڑ کتے اس لئے وہ کہتا ہے کہ جولیا اسی وقت واپس ہو سکتی ہے جب وہ مارڈا لالا جائے۔ کاش ہمارے پاس رائلیں ہوتیں۔“

”تو کیا وہ ہم میں سے ایک سے لڑتا چاہتا ہے۔ یا سب کو لکار رہا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”یہ مجھے معلوم نہیں۔“

”سردار سے پوچھئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر وہ تنہا لارک اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو تو میں تیار ہوں۔“

آرٹھر سردار سے گفتگو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی کی طرف مرڑ کر بولا۔

”وہ کہتا ہے کہ اس کی زندگی میں جولیا نہیں واپس ہو سکتی چاہے کوئی اس سے تنہا جنگ کرے چاہے جبوگی حیثیت سے۔“

”اچھا اس سے کہہ دیجئے کہ ہمارا ایک آدمی اس سے لڑے گا اور ہاں آپ اپنے خیمے میں جائیے۔ آپ کا سارا المٹ وہاں موجود ہے اگر ہماری لڑائی کے دوران میں کوئی دوسرا دھل دے تو آپ بے در لفی فائز کرنا شروع کر دیجئے گا۔“

"ہمارا اسلو خیے میں کیسے پہنچا؟" آرخمر جہر سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "جلدی سمجھئے۔ میں اس سے پہنچا ہوں۔"

آرخمر نے جلدی سے جارج فلتے کو سب کچھ بتا دیا اور پھر سردار کی طرف تھاٹ ہوا۔ جولیا اس دوران میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ جسے شیر کی کھال والے نے اپنے کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ آرخمر سردار سے گنگوکرنے کے بعد خیے کی طرف چلا گیا۔ سردار نے ایک نیزہ اور ڈھال فریدی کے سامنے ڈال دی۔

شیر کی کھال والے نے جولیا کو کاندھے سے اٹا کر اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔

چند گھوون کے بعد فریدی اور وہ ایک دوسرے کے سامنے نیزہ تانے کھڑے تھے اور حیدری طرح کانپ رہا تھا۔ فریدی بھوکے شیر کی طرح اپنے مقابل کو گھوڑا رہا تھا۔ دھنٹا جنگلی نے نیزہ مارا، فریدی نے ڈھال سامنے کر دی اور چینٹرہ بدل کر جنگلی پر چلنا آور ہوا لیکن اس نے بڑی پھرتی سے وار خالی کر دیا۔ نیزوں کی ایساں ڈھالوں سے جکڑا کر چھتا کے پیدا کر رہی تھیں۔

پدرہ میں منت گزر گئے، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آرخمر واپس آگیا۔ جولیا بھی ہوش میں آگئی تھی۔ جنگلی کے گھلوں کی رفتارست ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے نوجوان ساتھی جیجی جیجی کرشایدہ اسے ہت دلا رہے تھے۔ جنگلیوں کا سردار بڑی توجہ اور دلچسپی سے اس جنگ کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے شیر کی کھال والے کی سستی بڑھتی جا رہی تھی سردار کے چہرے پر تازگی کے آٹا گھبرنے ہتے جا رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ فریدی کی کامیابی کا تھمی ہو۔ دھنٹا شیر کی کھال والے نے جلا کر اپنا نیزہ فریدی کو دے مارا۔ فریدی پھرتی سے بیٹھ گیا اور نیزہ سنتا تھا ہوا اس پر سے کھل گیا۔ اچاک ایک جیجی سائی دی نیزہ دوسری طرف کھڑے ہوئے ایک جنگلی کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔

فریدی ابھی سنجھنے بھی نہ پایا تھا کہ شیر کی کھال والا اچھل کر اس پر آ رہا لیکن دوسرے عی لئے میں اس کے مند سے بھی ایک جیجی لٹکی اور وہ وہیں پر ڈھر ہو گیا۔ فریدی نے اپنا نیزہ اٹھایا تھا۔ جنگلی اپنے ہی زور رہی میں اٹھے ہوئے نیزے کا شکار ہو گیا۔ جنگلی جوان کے ساتھیوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن اس پر سردار خود نیزہ لے کر میدان میں کو دپڑا۔ جنگلی کشم کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ ان کا ساتھی مارا جا چکا تھا۔ جارج فلتے کے مددوروں نے گلا بچاڑ چھاڑ کر چینٹا شروع کر دیا۔ وہ سب

فریدی کو گوئی میں اخائے سارے میدان میں دوڑتے پھر رہے تھے۔

اسی رات کو جولیا، آرٹر، جارج اور فریدی خیمے میں بیٹھے ہوئے آج کے اتفاقات پر تبصرہ۔

کر رہے تھے۔

”وقتی تم بہت کام کے آدمی لٹکلے۔“ آرٹر نے فریدی سے کہا۔ ”صاحب اور میم صاحب

دونوں تم سے بہت خوش ہیں۔ بولو کیا انعام چاہیے ہو؟“

”گرام چائے کا صرف ایک کپ کیونکہ میں سر شام سے محنت کر رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”بس ایک کپ چائے۔“ آرٹر نے حیرت سے پوچھا۔

”بس اور مجھے کچھ بیس چاہئے۔ ہاں دیے آپ کا جی چاہے تو دو ایک سگار بھی دے دیجئے گا۔“

آرٹر نے جارج فٹلے کو اپنی اور فریدی کی گفتگو کا حصہ بتایا۔ جولیا اٹھ کر اسنوں گرم کرنے لگی۔

”صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے تم جیسا بہادر اور شیر چشم آدمی آج تک خوب نہیں دیکھا۔“

آرٹر نے فریدی سے کہا۔

”صاحب کی مہربانی ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں گلوس صاحب جیسے انگریزوں کے

ساتھ رہ چکا ہوں۔“

”آج ہمیں اس کا یقین ہو گیا ہے۔“ آرٹر جس کر بولا۔

”اس جنگلی کی موت کا قبیلے پر کیسا اثر پڑا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”اس کے ساتھی بڑی طرح خوفزدہ ہیں، وہ بھتے ہیں کہ اب سردار انہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ سردار اس کی موت پر بہت زیادہ خوشی کا اعلماہ کر رہا ہے۔ اس نے بھی تمہارے پھر تسلی پن کی کافی تعریف کی ہے۔“

”میرے خیال سے تو اب ہمیں کوچ کر دیتا چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے ساتھ کے

پہاڑی اس ستر سے کچھ بیزار سے نظر آ رہے ہیں۔“

”مجھے بھی ڈر ہے کہ کہیں وہ واپس نہ ہو جائیں۔“ آرٹر نے کہا۔

”دیکھنے کیا ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”رام گڑھ کے پہاڑوں کے متعلق ایک کہاوت

مشہور ہے کہ زہناک کی سیدھہ میں دوڑنے والے جنگلی سور ہیں۔ معلوم نہیں کتنی دور تک دوڑنے

کے بعد پٹ پڑیں۔“

”تو کیا ان کے داپس لوٹ جانے کے امکانات ہیں۔“ آرخر نے پوچھا۔

”میں نے کہا تھا کہ ان کے متعلق کچھ موقع سے نہیں کہا جاسکتا۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“ آرخر کچھ سوپنے لگا۔ ابھی یہ گفتگو ہوری تھی کہ جولیا چائے لے آئی۔ آج وہ اس گندے پہاڑی کے لئے اپنے ہی برتن میں چائے لائی تھی۔ فریدی چائے پینے لگا۔

رات بھر جا گئی رہا کیونکہ وہ جنگلیوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا، اس نے پہاڑیوں میں پستول اور راٹلیں تقسیم کر دی تھیں وہ سب رات بھر باری باری سے پھرہ دیتے رہے۔

## آپس میں جھگڑا

”وسرے دن صبح خیے اکھاڑ دیئے گئے۔ اس وقت کارروائی جنگلیوں کی دورو یہ قطاروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں نفرت تھی، غصہ تھا، حقارت تھی، اگر ان کا بس چھٹا تو وہ اس قافلے کے ایک خپر سک کو زندہ نہ چھوڑتے، جنگلیوں کا سردار قافلے کے آگے جل رہا تھا۔ وہ اور اس کے کچھ ساتھی قافلے کو اگلی چڑھائی تک چھوڑ کر داپس چلے گئے۔“

سربرز وادی سورج کی سنبھری کرنوں میں نہا کر کھڑا آئی تھی۔ ہری بھری گھاس سے ایک عجیب قسم کی دلاؤیز خوبیوں اٹھ رہی تھی۔ خپروں کی گرونوں میں بندگی ہوئی گھنٹیاں فضا میں گونج رہی تھیں۔ قافلہ میدان سے گزر کر پہاڑیوں پر چڑھ رہا تھا۔ ان پہاڑیوں سے جنگلیوں کے کچھ کچھ آثار شروع ہو گئے تھے۔

تازہ دم پہاڑی مزدوروں نے ایک گیت شروع کر دیا۔ ان کی تیز آواز چٹانوں سے گمراکر

ایک عجیب طرح کی گونج پیدا کر رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے ذہن کی لامدد و دوستوں میں چند رنگیں یادیں ریک رہی ہوں۔

حید کی نگاہیں جولیا کے چہرے پر جی ہوئی تھیں جواب ایک خوفزدہ ہرنی کی طرح کبھی کبھی پلٹ کر چکھے دیکھنے لگتی تھی۔ حید کے ذہن میں فریدی جاگ انخداوہ سوپنے لگا کہ کاش فریدی نے اپنا یہ کارنامہ اپنی صحیح مکمل صورت میں انجام دیا ہوتا۔

فریدی کا خپر سب سے چکھے تھا۔ حسب دستور وہ اس وقت بھی اپنے خپر کی باغ تھا سے موٹا سا ڈڑھا ایکتا ہوا پیدل چل رہا تھا۔ اس کی گھٹڑی اس کی پیٹھ پر بندگی ہوئی تھی۔

حید نے دھڑا اپنے خپر کی رفتار میں کمی کر دی۔ آہتہ آہتہ وہ فریدی کے برابر آگیا۔

”آپ دنیا میں کچھ نہیں کر سکتے۔“ حید نے کہا۔

”میں نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”نہیں..... واقعی آپ.....!“

”بائلک احمدی ہیں۔“ فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

”بھلا بتائیے آپ کے رات والے کارنامے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔“ حید نے کہا۔

”اچھا حید صاحب آپ یہی فرمادیجئے کہ میرے کس کارنامے سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔“

فریدی نے ہنس کر کہا۔

”کسی سے نہیں۔“

”تو پھر تم نے خصوصیت سے رات والے کارنامے کا حوالہ کیوں دیا۔“

”ادمیوں مجھے کہتا کچھ تھا اور کہہ کچھ گیا۔“ حید نے کہا۔

”تو فرمائیے نا.....!“

”مطلوب یہ کہ اگر آپ نے اصلی صورت میں کارنامہ سرانجام دیا ہوتا تو۔“

”تو کیا ہوتا۔“

”مطلوب یہ کہ.....!“

”کہو کہو..... رک کیوں گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”بات یہ ہے کہ جولیا.....!“ حمید جملہ پورا تھے کر سکا۔

”اوہ سمجھا.....!“ فریدی نہس کر بولا۔ ”جولیا مجھ پر عاشق ہو جاتی اور میں انحصار وہی صدی کے کسی ناول کے ہیرو کی طرح ایک بار اور اپنی جان پر کھیل جانے کی کوشش کرتا۔ بہر حال لیکن تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوتا۔“

”قامدہ.....ارے میں دیکھ کر خوش ہوتا۔“ حمید چپک کر بولا۔

”ضرور.....لیکن کل تم نے مجھے خوش ہونے کا موقعہ کیوں تھا۔“ فریدی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”مجی.....میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”آختم بھاگے کیوں تھے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”اور نہیں تو کیا جان دھتا۔“ حمید جل کر بولا۔

”تم نے اس کا دل توڑ دیا۔“ فریدی سنجیدگی سے بولا۔

”میں دراصل آپ کے لئے میدان خالی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔“ حمید نے نہس کر کہا۔

”آپ کی اور اس کی جوڑی مناسب رہتی۔ ذرا اپنی شکل ملاحظہ فرمائیے، اور ہاں یہ آپ کی رال پہنچنی کیوں بند ہو گئی۔“

”آخر نے چھالوں میں دوالگادی ہے۔“ فریدی نے نہس کر جواب دیا۔

”آخر آپ نے اتنا گناہ بھیں بد لئے میں کیا اچھائی دیکھی تھی۔“

”کچھ نہیں.....مخفی تفریح.....کیا اس سلسلے میں یہ تجربہ کم قیمتی ہے کہ لوگ مجھ سے تنفس ہونے کے باوجود بھی میری قدر کر سکتے ہیں۔“ فریدی نہس کر بولا۔

”بس انہی تجربات میں آپ اپنی زندگی کا بہترین حصہ گزار دیجئے گا۔ میں کہتا ہوں آخر آپ کی اس افتادگی طبع کی کوئی انتباہی ہے۔“

”اس کی انتباہ اس وقت ہو گی جب میرے اعضا پر بڑھاپے کا حملہ ہو گا اور اسی وقت اس کے فواہ بھی معلوم ہوں گے۔ میں اپنی بیتہ زندگی.....!“

”آخر چھوڑ یے۔ چٹائیے.....اگر بات زیادہ بڑھی تو ابھی آپ قلفہ بولنے لگیں گے۔“

حمد نے منہ بنا کر کہا۔ ”یہ بتائیے کہ اس مورثی کے بارے میں کیا رہا۔“

”ابھی تک کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی..... یوں تو میرا بھی خیال ہے کہ یہ لوگ کسی خزانے کے چکر میں ہیں۔ آرٹر اور جارج بھی بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جارج کے پاس کوئی نقش بھی ہے جو غالباً کچار کے جگل سکن پختے کے راستوں سے متعلق ہے۔“

”آخر ہمیں ابھی کتنا اور چلتا ہے۔“ حید نے پوچھا۔

”ابھی تو آدھارستہ میں طے ہوا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”دریائے ناتھی پار کرنے کے بعد ہم کچار کے جنگلوں میں داخل ہوں گے۔“

”تو دریائے ناتھی.....؟“ حید نے کہا اور پھر رک کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”میں اسی عرصی کو دریائے ناتھی سمجھا تھا۔“

”ارے وہ تو کوئی گم نامی پہاڑی نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”دیکھئے ابھی اور کتنی مخوب کیسی کھانی پڑتی ہیں۔“ حید نے کہا۔ ”اور کتنے جنگلوں آدم خوروں سے شرف ملاقات حاصل ہوتا ہے۔“

”بس تو اب یہ دعا مانگو کر کسی جنگلی عورت سے تمہاری ملاقات نہ ہو۔ ورنہ تمہاری مردگانی اور عشق بازی دھری رہ جائے گی۔“ فریدی نے نہس کر کہا۔

”نہیں دیکھئے مذاق نہیں..... میں اس سفر سے بھل آ گیا ہوں۔“

”تو واپس پڑے جاؤ.....!“ فریدی نے لاپرواں سے کہا۔ ”تم اس لڑکی جو لیا سے بھی گئے گزرے ہو۔“

”آپ بھی لاکیوں کی بات لے بیٹھے۔“ حید نے کہا۔ ”ارے وہ جنگلی اسے پکڑی ٹے جاتا تو کون سی مصیبت آ جاتی۔ شادی کرتا اور گھر میں ڈال لیتا، بھلا میں کس مصرف کا ہوں۔“

فریدی نہس کر بولا۔ ”کیوں اپنا دل چھوٹا کرتے ہو۔ تمہارا مصرف تو کوئی مجھ سے پوچھئے۔“

”مجی ہاں..... جہاں چاہا اٹھا کر چھینک دیا۔ حید تو الوکا کا پٹھا ہے۔“

”خیر تمہاری لیاقت ہے کہ اپنے مرمیاں الوبن رہے ہو۔“ فریدی نے سمجھی گئے سے کہا۔ حید خاموش ہو گیا۔ فریدی نے سراٹھا کر سامنے دیکھا۔ کارروں دور تکل گیا تھا، پہاڑی

ہر دور شاید گاٹے گاٹے تھک گئے تھے، فریدی تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔

”آخر آپ بیدل کیوں چل رہے ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔

”بارہ بجے کے بعد میں خپر پر نیکھوں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں.....؟“

”اس لئے کہ سب لوگ اس وقت خپروں پر بیٹھے بیٹھے اکتا جائیں گے اور انہیں بھی اتنا پڑے گا لیکن پھر ان سے بیدل بھی نہ چلا جائے گا۔ میں دن کے بہترین حصے میں بیدل چل کر اپنی تھکن کا بوجھ خپر پر ڈال دوں گا اور پھر جب شام کو اتروں کا تو بالکل تازہ دم ہوں گا۔“ حمید نے اپنے خپر کو قبی رسید کی اور قافلے میں جانے کی کوشش کرنے لگا۔ فریدی بدستور بیدل چل رہا تھا۔

آفتاب آہت آہت بلند ہوتا جا رہا تھا۔ دھوپ میں کافی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ آخر اور جارج وغیرہ نے اپنے کوٹ اتار دیے تھے۔ وہ سب پسینے میں تر تھے، جولیا کے خلاف چہرے پر پسینے کی بوندیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے کسی تالاب میں کھلے ہوئے کنوں کی پکھڑیوں پر شبتم کے قطر بکھر گئے ہوں۔ دو ایک بیکلی بیکلی تیس بھیگ کر ماتھے پر چپک گئی تھیں۔ تحکاوت نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی رعائی پیدا کر دی تھی۔ حمید اس کے قریب پہنچ کر جمالیاتی حس کی تکمیل کرنے لگا۔ وہ دراصل اسی کے سہارے سفر کی تکالیف کو بھلا دینا چاہتا تھا۔

قافلہ دن بھر چلا رہا۔ اس دوران میں فریدی نے ایک بار بھی قافلے سے ملنے کی کوشش نہ کی۔ وہ بدستور پہنچے چلا رہا۔ کی بار آخر نے ٹوکا بھی لیکن اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ دراصل وہ ان جنگلیوں کی طرف سے مطمئن نہ تھا جن کی آنکھوں میں اس نے نفرت اور انتقام کی پنگاریاں دیکھی تھیں۔

شام ہوتے ہی پھر ایک مناسب جگہ پر خیے نصب کر دیئے گئے۔ جانجا آگ روشن ہو گئی۔ فریدی اپنا برتن لے کر چائے لینے کے لئے آخر جارج وغیرہ کے خیے کی طرف چل پڑا۔ خیے کی پشت پر پہنچ کر وہ مٹھک گیا۔ اندر جارج اور آخر میں بہت تیز تم کی آنکھوں ہو رہی تھی۔

”آخر تم مجھے مورتی کا راز کیوں نہیں بتاتے۔“ آخر بولا۔

”میں تمہاری بے صبری کی وجہ جانتا چاہتا ہوں۔“ جارج فٹلے نے کہا۔

”عجیب بات ہے تو پھر تم نے مجھے راز دار بنایا ہی کیوں تھا کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں۔“

”اعتبار نہ ہوتا تو تمہیں اپنے ساتھ لاتا ہی کیوں۔“ جارج فٹلے نے کہا۔ ”میں تم سے وحدہ کر چکا ہوں کہ تم آدمی کے حق دار ہو گے۔ پھر اس پر بیٹھانی اور بے صبری کی وجہ۔“

”مجھے تمہاری نیت پر شک ہے۔“ آرٹر بولا۔

”تمہیں ایسا نہ کہنا چاہئے۔“ جولیا بولی۔

”یکاروباری معاملہ ہے، میں اس میں کسی تم کے تلاف یا اخلاق کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔“

”تم آخر کیا چاہئے ہو۔“ جارج گرم ہو کر بولا۔

”مورتی کا حمل راز.....؟“

”ناممکن ہے..... میں ابھی نہیں بتا سکتا۔“ جارج بولا۔

”آخر کیوں.....؟“

”سیری مرضی.....!“

”تو اس کا مطلب ہے کہ میں سینیں سے واپس ہو جاؤں۔“ آرٹر نے کہا۔

”تمہاری مرضی۔“

”لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔“ آرٹر نے کہا۔

”پاپا..... آپ آخر بتا کیوں نہیں دیتے..... یہاں ٹھیک راستے میں جگڑا کرنے سے کیا فائدہ۔“ جولیا بولی۔

”تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔“ جارج نے تیز لپجھ میں کہا۔ جولیا خاموش ہو گئی۔

”خیر دیکھا جائے گا.....!“ آرٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم واپس ٹپے جاؤ گے۔“ جولیا نے خوف زدہ لبپر میں کہا۔

”ہاں.....!“

”تب تو ہمیں بھی لوٹ جانا پڑے گا۔“ جولیا مایوسانہ انداز میں بولی۔

”نہیں ہم اپنا سفر جاری رکھس گے۔“ جارج کڑے لبپر میں بولا۔ ”خشنہ میں اچھی طرح

بکھر چکا ہوں..... اب مجھے راست پانے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔“

اس پر آرٹر طنزیہ انداز میں خس پڑا۔

”تھیس پر بھروسہ مت کرو جارج.....!“ آرٹر اپنے مخصوص طنزیہ بجھے میں بولا۔ ”ان راہوں میں اچھے اچھے بھلک جاتے ہیں۔“

”پرواہ مت کرو.....!“ جارج لاپرواہی سے بولا۔

”میں کہتی ہوں، آخربھڑے سے کیا فاکنڈہ۔“ جولیا بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

”یہ اپنے باپ ہی سے پوچھو۔“ آرٹر نے شانے ہلا کر کہا۔

”پاپا.....!“ جولیا بولی۔

”تم آخربھڑیان کیوں ہوتی ہو۔“ جارج بولا۔ ”آرٹر کوشاید یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں اس کے بغیر آگے نہ بڑھ سکوں گا۔“

”آگے کیا تم آگے سے بھی بڑھ سکو گے..... مگر.....؟“

”مجھے جو کچھ کہنا تھا کہ چکا۔“ جارج آرٹر کی پات کاٹ کر بولا۔ ”اگر مجھ پر اعتقاد کر سکتے ہو تو کرو، ورنہ میں تمہاری واپسی کا انظام کر سکتا ہوں۔“

”می شکر یہ..... مجھے کسی انظام کی ضرورت نہیں۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔“ آرٹر نے کہا اور خیسے سے نکل گیا۔ فریدی آگے بڑھ گیا۔

”چائے.....؟“ آرٹر نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ ”تمہیں اب یہاں سے چائے نہیں ملے گی۔“

”کیوں صاحب۔“

”یہ دونوں بہت بد دماغ ہیں، انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کوئی گند اپہاری ان کے خیسے کے قریب نہ آنے پائے۔“ آرٹر نے کہا۔

فریدی اس کی چال بازی پر دل ہی دل میں خس پڑا۔

”اچھا صاحب.....!“ اس نے مردہ آواز میں کہا۔

”لیکن میں تمہیں چائے کا سامان دوں گا۔“ آرٹر نے کہا۔ ”چلو میرے خیسے میں، میں

پہاڑوں کی ملک

بہادروں کا قدر وال ہوں۔"

آرٹر اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے فریدی کی طرف مڑا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔" اس نے فریدی سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔"

"پھر تم کیوں جمل پڑے تھے۔" آرٹر نے پوچھا۔ "اگر ہم تمہیں کسی مصیبت میں پھنسا دیں تو۔"

" المصیبت کے تو ہم کیزے ہیں صاحب۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "ہمیں محتول اجرت ملنی چاہئے۔ پھر ہمیں آپ جہنم ہی میں کیوں نہ جھوک دیں۔"

"کبھی کچھار کے جنگلوں کا نام نہیں۔" آرٹر نے پوچھا۔

"ہاں صاحب....!"

"ہم لوگ وہیں جا رہے ہیں۔"

"اے....!" فریدی اچھل پڑا۔ پھر وہ حیرت آمیز نظر وہ سے آرٹر کو گھومنے لگا۔

"شاید آپ اس علاقہ کے حالات سے واقف نہیں۔" فریدی پھر بولا۔

"ہم سب کچھ اچھی طرح جانتے ہیں۔" آرٹر نے کہا۔

"پھر مجھے کہتا پڑے گا کہ آپ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ آرٹر پہنچنے لگا۔

"آپ شاید مقاوم بھورہے ہیں۔"

"نہیں میں سب کچھ جانتا ہوں۔" آرٹر بولا۔

"پھر....؟" فریدی نے استقہامیہ انداز میں کہا۔

"تم خود سوچو۔" آرٹر نے ہنس کر کہا۔ "وہ کون سی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس کے لئے آدمی جان کی بازاں لگا سکتا ہے۔"

"بھلا میں کیا جاؤں۔" فریدی نے کہا۔ آپ کی قوم کے لوگ تو محض نام کی خاطر برفلی

چوٹیوں پر جان دے دیتے ہیں۔"

آرٹر ہنسنے لگا۔

”یہاں یہ بات نہیں۔ آرٹر نے سمجھ دی سے کہا۔“ ہم لوگ ایک خزانہ کی ٹالش میں لٹکے ہیں۔“  
”اوہ.....!“ فریدی نے اس طرح کہا جیسے اس کی نظر وہ میں اس کی کوئی وقعت ہی نہ  
ہو۔ ”ہاں افریقہ میں بھی میں نے کئی انگریزوں کو دیکھا ہے، جو فرضی خزانوں کے پچک میں خاک  
چھانا کرتے تھے۔“

”لیکن کچار کے جگلوں میں حقیقتاً ایک بڑا خزانہ ہے۔“ آرٹر بولا۔  
”ہو گا صاحب..... ہمیں اس سے کیا، ہمیں تو اپنی اجرت سے کام ہے۔ مگر معاملہ ہے  
خطرناک، اگر مزدوروں کو معلوم ہو گیا تو وہ ہمیں سے لوٹ جائیں گے۔ وہ لوگ تو یہی سمجھے بیٹھے  
ہیں کہ آپ اور شخص سیر و شکار کے لئے آئے ہیں۔“  
”لیکن میں انہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔“ آرٹر نے کہا۔ ”ایسا کہنا انسانیت کا خون  
کرنا ہو گا۔“

”آپ جانتے، جو بات تھی میں نے بتا دی۔“

”میرے ساتھی کی نیت خراب ہو گئی ہے۔“ آرٹر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”شاپید وہ تمہیں تمہاری  
پوری اجرت بھی نہ دے۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ فریدی نے کہا۔  
”اس کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں دریائے نامتی کے اسی پار چھوڑ دے، کھانے کا سامان کم ہوتا  
چاہا ہے۔ فرض کرو اگر اس نے تمہیں معقول اجرت دے بھی دی تو کیا تم ان پہاڑیوں میں  
روپیے چباوے گے، وہ تمہیں اساح کا ایک دانہ بھی نہ دے گا۔“

”یہ تو بہت بُری بات ہے صاحب۔“ فریدی نے کہا۔

”میں بھی اس کی اس کینی حرکت سے خوش نہیں ہوں۔“ آرٹر نے کہا۔ ”خیر میں اسے  
اسکی سزا دوں گا کہ وہ عمر بھریا درکھے گا۔“

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آرٹر کی چالوں پر غور کر رہا تھا۔

”دریائے نامتی پار کرتے ہی وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“ آرٹر بولا۔

”کیوں.....!“ فریدی نے چوک کر پوچھا۔

”تاکہ پورا خزانہ ہضم کر سکے۔“

”لیکن یہ آپ کو معلوم کیسے ہوا.....؟“

”باپ بیٹی میں اس کے متعلق مشورہ ہو رہا تھا۔“ آرٹر نے جواب دیا۔

”تب تو واقعی آپ کو ہوشیار رہنا چاہئے۔“ فریدی بولا۔

”سنومیں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔“ آرٹر نے کہا۔

”کیا.....!“

”ہم لوگ کھانے پینے کا ضروری سامان لے کر رات ہی کو یہاں سے چل دیں۔“

”ان دونوں کو یہاں تھا چھوڑ دیا جائے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں.....!“

”اور ہر دوڑ.....؟“

”انہیں میں ٹھیک کر لوں گا۔“ آرٹر نے کہا۔

”مگر صاحب۔“

”کچھ نہیں..... میں یہ طے کر چکا ہوں۔“ آرٹر بولا۔ ”بے ایمانی کو بے ایمانی سے پہلے ہر چھادیا زیادہ اچھا ہے..... اگر تم میرے ساتھ چلو گے تو مالا مال کر دوں گا۔“

فریدی کچھ دریٹک چپ رہا۔

”یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ میں اپنے سر ہڑ کی بازی لگا دیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ آئیے معاملہ کی بات کی طرف..... مجھے آپ کیا دیں گے۔“

”جو تم مانگو.....!“ آرٹر بولا۔

”خزانے کا چوتھائی.....!“ فریدی نے کہا۔

”منظور۔“

”بہت اچھا اور اگر آپ نے دھوکا دیا تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔“

”تم مطمئن رہو..... میں ایماندار آدمی ہوں۔“ آرٹر نے کہا۔ ”اچھا اب میں جا کر

مزدوروں سے معاملہ طے کرتا ہوں۔"

آرخر چلا گیا اور فریدی چائے کا سامان لے کر حمید کے پاس آیا۔ اس نے سارا واقعہ حمید سے بتایا۔

"تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"نجیے بوزٹھے جارج سے ہمدردی ہے۔"

"اور اس کی لوکی سے؟" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"بکومت..... بہت جلد ہمیں پکھ کرنا ہے۔" فریدی نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"تو بتائیے نا کرنا کیا ہے؟"

"جیسے ہی تم یہ سمجھو کر سب سو گئے ہیں اپنا ضروری سامان لے کر یہاں سے جل دیتا، ابھی میں تمہیں وہ جگہ بتاؤں گا جہاں تمہیں چھپنا ہے۔"

"اوہ آپ....."

"میں مناسب وقت پر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وقت گزرتا گیا۔ آہستہ آہستہ چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ حمید اپنا اور فریدی کا سامان لے کر بتائے ہوئے تھکانے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک غار تھا جس پر کئی چنانیں سایہ کے ہوئے تھیں۔ حمید سنتا سنتا بیٹھا رہا۔ فقریباً دو تین کھنٹے کے بعد اسے آہٹ سنائی دی۔ اس نے جماں کر دیکھا۔ قریب ہی سے قائلہ گزر رہا تھا۔ یہ سب بہت احتیاط سے جارہ ہے تھے۔ شاید انہوں نے اپنے جوتے اتار دیئے تھے اور خپروں کے سموں پر کپڑے پیٹھ دیئے تھے تاکہ آواز نہ پیدا ہو سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد سنا تا چھا گیا۔ حمید کی پلکیں بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ جلد ہی اس پر نیند نے غلبہ پالیا۔

اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب فریدی نے اسے سمجھوڑ کر جگایا۔ سورج نکل آیا تھا، بیگنی سرخ شعائیں چنانوں پر بھیلی ہوئی تھیں۔

"آرخر سب مزدوروں کو ساتھ لے گیا۔" فریدی نے کہا۔

"اور وہ دونوں .....!" حمید نے جلدی سے کہا۔

"جہاں جہاں چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "آڈھل کر آئیں دلاسا دیں۔"

جارج اور جولیا اپنے خیے میں اس طرح اداں اور پریشان بیٹھے تھے جیسے اپنے کسی عزیز کو دُفن کر کے آئے ہوں..... حید اور فریدی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر دونوں اچھل پڑے۔

"ہوشیدہ جو جاؤ..... جولیا۔" جارج بولا۔ "مجھے اس میں بھی آرٹر کی کوئی چال معلوم ہوتی ہے۔"

"مگر ہم کریں کیا سکتے ہیں۔" جولیا نے کہا۔ "اس کہینے نے تو ہمارے پاس ایک پتوں بھی

نہیں رہنے دیا۔"

فریدی اور حید خیے میں داخل ہو چکے تھے۔ جارج کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ ان دونوں کے محلہ کا خفتر ہو۔ فریدی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جارج لڑکھڑا کر دو قدم بیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوانیاں اڑ رہی تھیں۔ فریدی نے جیب سے پتھل کی سورتی اور راستے کا نقش ٹھاک کر جارج کی طرف بڑھا دیا۔ باپ اور بیٹی حیرت زدہ نظر دوں سے دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جارج نے کپکاٹے ہوئے ہاتھوں سے سورتی پکولی۔

"جولیا..... یہ واقعی چاہیہ بھاڑ رہے۔" جارج بے اختیار بولا۔ "کاش یہ ہماری زبان سمجھ سکتا۔"

تحوڑی دیر بعد فریدی جارج کو ان چٹانوں کے درمیان لے گیا جہاں اس نے کھانے پینے کا کیش سامان اور کچھ اسلخ چھپا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے یہ کام اسی وقت شروع کر دیا تھا جب آرٹر اسے سمجھا بھاڑ کر درمرے ہر دوروں کو درغلانے چلا گیا تھا اور اس کے بعد سے وہ سائے کی طرح آرٹر کے بیچھے لگا رہا تھا۔ جب آرٹر سورتی اور راستے کا نقش چانے کے لئے جارج کے خیے میں گما تھا اس وقت بھی فریدی تھوڑے ہی فاصلے پر چھپا ہوا تھا اور اس کی گھرانی کر رہا تھا۔ آرٹر نے سورتی چاہی اور اپنے خیے میں لے آیا اور اسے اپنے سوٹ کیس میں رکھ کر پھر ہر دوروں کی طرف چلا گیا۔

تحوڑی دیر بعد فریدی نے وہ سورتی اور نقش اس کے سوٹ کیس سے اڑا دیا..... اس نے جارج کو سارے واقعات اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ اور پھر اس دیراتے میں ان کے درمیان سے رنگ نسل کی دیوار ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد جولیا اپنے کپوں میں چائے پیش کر رہی تھی۔

فریدی نے اشاروں ہی اشاروں میں جارج کو سمجھایا کہ اس حادثے سے دل شکست ہو کر اسے پیچھے نہ لوٹ جانا چاہئے اس نے اسے اطمینان دلایا کہ وہ آخر وقت تک اس کا ساتھ دیتا رہے گا۔ اس پر جارج نے جولیا سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ آخر نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔“

”ہو سکا ہے.....!“ جولیا بولی۔ ”یعنی آخر سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔“

”کاش یہ ہماری زبان سمجھ سکتا۔“ جارج ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

تریب ٹاکر حمید کچھ بول پڑے..... فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

## پہاڑوں کی ملکہ

سفر جاری رہا۔ فریدی کو راستے میں آخر سے مذکور ہو جانے کی توقع تھی۔ اس نے اس نے راستے ہی بدلتا دیا تھا۔ وہ سیدھا جانے کی بجائے پہاڑی طلاقے میں داخل ہو گیا اور درمیان میں چھوٹے چھوٹے گاؤں سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ دراصل دریائے ہاتھی کی ایک چھوٹی سی شاخ ستیل عدی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تقریباً پہنچا لیں مل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ لوگ ستیل عدی کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں سے انہوں نے کنارے ہی کنارے مغرب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اور انہیں بعض اوقات بہت ہی دشوار گزار راستوں سے گزرتا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہی ہوتا کہ جولیا تمک کر پہنچ جاتی۔ فریدی کو اسے اپنی پہنچ پر اٹھانا پڑتا۔ حمید دیکھتا اور دل ہی دل میں یقین و تاب کھا کر رہ جاتا۔ ان راستوں کے لئے چھر قطی بے کار ثابت ہوئے تھے۔ اس نے انہیں راستے ہی میں چھوڑ دینا پڑا۔ چھروں کے ساتھ ہی بہت سا سامان جس میں خیبھی شامل تھے ایک غار میں ڈال دیا گیا۔ خود و نوش کا تھوڑا بہت سامان اور رائفلیں دغیرہ وہ لوگ اپنے کانڈھوں پر لا د کر چل رہے تھے۔ سب کچھ چھوڑ دیا گیا۔ یعنی فریدی

کے تمبا کو کاٹھڑا اب تک اس کی پیٹھ پر بندھا ہوا تھا۔

رفت رفتہ خور دنوش کا سامان بھی ختم ہو گیا۔ لیکن انہیں اس کی پرواہ تھی کیونکہ وہ اب جس خطے سے گزر رہے تھے وہاں بکثرت آبی پرندے اور جگلی پھل ملتے تھے۔ جولیا بہت ٹھحال ہو گئی تھی اس کے سرخ پیدا چہرے پر جگلی سی نیلا ہٹ دوز گئی تھی۔ کبھی کبھی وہ اپنی زندگی سے نا امید ہو جاتی اور جارج اسے ہمت دلانے لگتا۔ اس نے اسے شروع ہی سے اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیر و تفریح کے لائق میں جولیا نے اس کا کہنا نہ مانا۔ وہ دراصل رائیزیر، میگرڈ کے نادلوں اور کارناموں سے بھر پور قلعوں کی ماری ہوئی تھی اور خزانے سے زیادہ رومان کی تلاش میں آئی تھی۔

آرٹھر کے جانے کے نمیک بیسویں دن بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں ستیں تدی دریائے ہاتھی سے مل گئی تھی۔ اب انہوں نے مشرق کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ راستے میں اسے وہ پہاڑی ہردوڑ دکھائی دیئے جو آرٹھر کے ساتھ چکے سے ٹپے آئے تھے۔ فریدی نے جارج وغیرہ کو چھپ جانے کا اشارہ کیا اور خود اپنی چیزی چنانوں کی آڑ لیتا ہوا آگے ہڑھا۔ تقریباً سو فٹ کی کمربانی میں ایک نسبتی سی وادی تھی جس میں انہوں نے خیے گاڑ دیئے تھے۔ فریدی چنانوں کی آڑ لے کر نیچے اترنے لگا۔

بھر حال اس کی چھان بین کا خلاصہ یہ ہے کہ آرٹھر ان پہاڑیوں میں نہیں تھا۔ فریدی وہیں چھپا بیٹھا رہا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ تاریکی کی چادر حد نظر تک پہنچلی ہوئی پہاڑیوں پر پہنچتی جا رہی تھی۔ دھننا ایک ہردوڑ اس کی طرف آنکھا جہاں فریدی چھپا ہوا تھا۔ وہ اچانک اس پر ٹوٹ پڑا۔ فریدی دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آرٹھر کہاں ہے وہ ہردوڑوں کو لے کر دریا کے پار گیا تھا پھر واپس نہیں آیا۔

اندر ہرے کی وجہ سے وہ ہردوڑ فریدی کو پیچاں نہ سکا۔ فریدی نے اس سے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا جائے ورنہ کسی نہ کسی حادث کا شکار ہو جانے کے امکانات ہیں۔ ہردوڑ کو چھوڑ کر فریدی جارج وغیرہ کے پاس واپس آگیا اور پھر ان لوگوں نے تاریکی میں دریا کے کنارے کنارے چلانا شروع کیا۔ فریدی سورج رہا تھا کہ وہ جارج کو آرٹھر کی گشتدگی کا حال کس

طرح بتائے، اب خود اسے اپنے گوئے پن سے الجھن ہونے لگتی تھی۔

بہر حال ایک جگہ رک کر فریدی نے دریا کی طرف اشارہ کیا کہ اب ہمیں پار چلتا چاہئے۔

جارج نے ایک تہہ کی ہوئی ریڑ کی کشٹی نکالی اور اس میں سائیکل کے پپ سے ہوا بھرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کشٹی پانی میں تیرنے کے قابل ہو گئی۔ یہ اتنی بڑی تھی کہ اس پر دس آدمی نہایت آسانی سے بینٹ کتے تھے۔

کشٹی میں بیٹھتے وقت حمید کا دل زور سے ڈھکا۔ وہ راستے بھر فریدی سے کچار کے جنگلوں میں بینے والی قوم کی درندگی کے واقعات سننا آیا تھا۔ فریدی نے چوار ہاتھ میں لے کشٹی کھینچ لگا۔ رات حد درجہ تاریک تھی۔ آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوا ہا تھا جیسے ابھی تھوڑی دیر میں ہارش ہو جائے گی۔ فریدی جلدی جلدی ہاتھ چلاتے لگا۔

ایک گھنٹے کی مشقت کے بعد وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ دریا کا پاٹ دو میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہو گا۔ کنارے پر پہنچ کر جارج نے کشٹی کی ہوا نکالی۔ پھر اسے تہہ کر کے کاغذ پر ڈال لیا۔

رات گزارنے کے لئے انہوں نے ایک اسکی جگہ کا انتخاب کیا جو چاروں طرف چنانوں سے گھری ہوئی تھی اور ان چنانوں پر کائنے دار جہاڑیاں تھیں۔ فریدی نے پروگرام بنایا تھا وہ سب باری باری سوتے جا گئے رہیں گے، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ دن بھر کے گھنے ماندے جب لیٹے تو کوئی بھی اپنی بند ہوتی ہوئی آنکھوں کو نہ روک سکا۔

اور پھر جب صبح ان کی آنکھیں کھلی تو ان کے سینوں پر جنگلوں کے نیزوں کی ایساں رکھی ہوئی تھیں۔ جو لیا تو بے ہوش ہو گئی۔ یہ سب انتہائی کریبہ المختصر تھے اور انہوں نے اپنی گردنوں میں انسانی کھوپڑیوں کی مالائیں لٹکا رکھی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک دراز قد آدمی تھا۔ جو ان کے مقابلے میں کچھ مہذب معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ریشمی کپڑے کی ایک رنگی قباچن رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وحشانہ پین بھی نہیں تھا، جو اس کے دوسرے سلسلہ ساقیوں کی آنکھوں میں تھا۔ اس کی وضع قطع دیکھ کر فریدی کو تہت کے بدھ فقیر یاد آگئے۔ اس نے فریدی وغیرہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ یہ سب ایک طرف چل پڑے۔ جنگلوں نے انہیں ملٹے میں لے لیا۔ گویا وہ قیدی تھے۔

سونج سر پر آگیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ جولیا کی حالت غیر تھی۔ وہ قدم قدم پر لامکڑا جاتی تھی۔ آخر فریڈی نے اسے چینہ پر لا دلیا۔ وہ اپنا ڈنڈا لیک کر لکڑا اتا ہوا جمل رہا تھا۔

خدا خدا کر کے وہ تقریباً وہ بیچے ایک بستی میں بیٹھے۔ یہاں بے شمار جھوپڑے تھے۔ لیکن ان کی قبری میں ایک خاص سلیقے کو دیکھ لیا تھا۔ یہاں کے رہنے والے اگر مہذب نہیں تو نیم مہذب ضرور تھے۔ عورتیں رکنیں اور خوشنا بیادوں میں ملبوس نظر آئی تھیں اور مزدوروں کا لباس قریب قریب وہی تھا جو فریڈی وغیرہ کو گرفتار کرنے والوں کے پیش رو کا تھا۔ بستی کے اندر صاف سحری سڑکیں تھیں یہ لوگ چدمر سے گزرتے لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھیں اس حالت میں بھی ان کی طرف سے کسی حتم کے وحشتانہ پن کا انکھار نہیں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی اور حرمت سے اپنی سرز من میں داخل ہونے والے اجنبیوں کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے سر کو شیاں کرنے لگتے۔ ان لوگوں کا رنگ گندی تھا اور چہروں کی بناوٹ قریب قریب ولی ہی تھی جیسے جنت کے باشندوں کے چہرے کی ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی اداہی تھی، جو شامہ انسانیت اور جسمی پن کی آویزش کا نتیجہ تھی۔

تحدد راستوں سے گزرتے ہوئے یہ لوگ ایک بڑے سے احاطے میں داخل ہوئے جس کی دیواریں مٹی کی تھیں لیکن انہیں بھی مختلف رنگوں کی گل کاریوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہاں ایک طرف بہت بڑے بڑے بست نصب تھے جو تعداد میں انکھارہ تھے۔ دھننا فریڈی چوک پڑا اور یہی حالت جارج فٹلے کی بھی ہوئی۔ ان میں سے ایک بست بالکل اسی جمل کی سورتی سے مشابہ تھا۔ ”سی جی لا.....!“ فریڈی نے آہت سے کہا اور جارج فٹلے چوک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حرمت تھی۔

احاطے کی دیوار کے نیچے تین طرف سلسلہ آدمی کھڑے تھے۔ یہ لوگ بھی جسمی معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی گردھوں میں کھوپڑی کی ہڈیوں کی مالائیں لٹکار کی تھیں۔ سانتے ایک بہت بڑا ساسا بان تھا جس کے نیچے ایک کافی بلند چوہڑے پر چھوٹے چھوٹے کریں تما نہت پڑے ہوئے تھے۔

ان لوگوں کے داخل ہوتے ہیں جھیمار بندوں کی شور چاٹا شروع کر دیا تھا۔ ان میں

سے ایک آگے بڑھا اور سکھ پھونکنے لگا جس کی آواز سے جولیا ایک بار پھر چکرا گئی۔ اگر فریدی اُسے سہارا نہ دھا تو وہ یقیناً گرگئی ہوتی۔

ان لوگوں کو ایک طرف کھڑا کر دیا گیا۔ شور بدستور جاری رہا۔ دھلنا سائبان کے نیچے سے دو آدمی ہرے رنگ کے لبادے پہنچنے ہوئے نمودار ہوئے۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا اور مجھ پر سنا ٹاچھا گیا۔ فریدی وغیرہ کے گرفتار کرنے والوں کا پیشہ و آگے بڑھا اور اس نے ان دونوں سے کچھ کہا۔ دونوں چپوتے سے اتر کر ان کے پاس آئے اور فریدی کو گھورنا شروع کیا۔ وہ پلک جھپکائے بغیر انہیں گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی آنکھیں پتھر کی ہوں۔

پھر ان دونوں نے جارج خٹلے کی راٹھلوں اور پتھروں پر قبضہ کر لیا اور اس وقت تک ان لوگوں کی جامہ ٹالائی لیتے رہے جب تک کہ ایک ایک کارتوں دستیاب نہیں ہو گیا۔ فریدی کی گنگھی بھی ٹوٹی گئی لیکن اس میں تمباکو کے بندل اور ایک چھوٹی سی چلم کے علاوہ اور تھاںی کیا۔ بندوقیں وغیرہ چمن جانے پر جولیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جارج اسے دلاسر دینے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن خود اس کی حالت غیر ہوری تھی اور حید کے چھرے پر تو زرزل سا آگیا تھا۔ کبھی اس کے ہاتک کے نتھنے پھر کرنے لگتے تھے کبھی ہوت کاپٹنے لگتے۔ اس وقت اس نے فریدی کو کوہر آلا دنگا ہوں سے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب قسم کی بے بی تھی۔

دھلنا بہت سی گھنٹیاں بجنے لگیں اور ترہیاں پھونکی جانے لگیں۔ دیوار کے قریب کھڑے ہوئے سلخ وحشی بجدے میں گر گئے۔ سائبان کے پیچے ایک جلوس دکھائی دے رہا تھا۔ رنگ برنگ کی قابیں لہرا رہی تھیں۔ سب سے پہلے ایک مرد اور ایک عورت سائبان کے نیچے آئے۔ مرد آرٹھر تھا جس نے اپنے قومی لباس کے بجائے ایک چمکیلا لبادہ پہن رکھا تھا جس میں جانجا خوش رنگ اور قیمتی پتھر لیے ہوئے تھے۔ عورت غالباً یہاں کی سفید قام ملکہ تھی۔ یہ ایک خوبصورت اور جوان المعر عورت تھی۔ اس کے سر پر سیاہ رنگ کی لکڑی کا ایک تاج تھا جس کی چوٹی پر ایک بڑا سا ہیر انصب تھا۔ دونوں بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ کے لوگ جو شاید درباری تھے ان کے پیچے پڑی ہوئی چوکیوں پر بیٹھ گئے۔

”اوہ جارج خٹلے۔“ آرٹھر طنزیہ انداز میں بولا۔ ”مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔“ پھر وہ فریدی کی

طرف جا طب ہو کر پہاڑی زبان میں بولا۔

”اور تم دعا باز تم سے تو اچھی طرح سمجھوں گا۔“

”لیکن بزرگوں کی طرح نہیں۔ میں تمہیں بھار دیکھتا ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”خارج..... میں یہاں کی ملکہ کا شوہر ہوں۔ کل ہی ہماری شادی ہوئی ہے۔“ آرٹر نے

ہنس کر کہا۔

”اور کل ہی تم اس کے ساتھ ورن کر دیئے جاؤ گے۔“ جارج طنزیہ انداز میں بولا۔

”اور کل کا حال کون جانے، ممکن ہے کل میں قدرتی موت مر جاؤں۔“ آرٹر جس کر بولا۔

”مجھے خوشی ہے کہ دنیا کی حسین ترین عورت میری بیوی ہے۔ یہ جنگلی پھول جس میں خوبیوں کی ہے اور رنگ بھی۔“

”کیا یہ اگر بیزی بول سکتی ہے۔“ جولیا نے بے ساختہ پوچھا۔

”نہیں..... لیکن اتنی لاطینی جانتی ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو بے آسانی سمجھ کر کے ہیں۔ یہ زبان شاید شروع سے یہاں کی ملکائیں ایک دوسری کو سکھاتی آئی ہیں۔“ آرٹر نے کہا۔ فریدی کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ لاطینی زبان جانتی ہے۔ فریدی نے سوچا کہ اب بولنا ہی چاہئے ورنہ مفت میں چان چائے گی۔ لاطینی، فرانسیسی اور جمن زبانوں میں وہ اچھا خاصاً دخل رکھتا تھا۔

”آے دنیا کی طاقت ور ترین ملکہ۔“ فریدی نے قدرے جگ کر سیدھے کھڑے ہوئے

ہوئے لاطینی زبان میں کہا۔ ”کیا مہمانوں کے ساتھ ہمیں برناو کیا جاتا ہے؟“

آرٹر، جولیا اور جارج فتنے بیک وقت چوپک پڑے۔ ان کی آنکھیں حرمت سے پھیل گئیں۔

”اے سیاہ قام اجنبی۔“ ملکہ بولی۔ ”ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا شوہر رب ارسلان شیر کا پیٹا ہم

سے تمہیں پہلے ہی مانگ چکا ہے۔“

”خیر اگری۔ جی لادیوتا کی بیٹی چاہتی ہے کہ ہم اس پر قربان ہو جائیں تو ہمیں کوئی افسوس نہیں۔ ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

قبل اس کے کملکہ کچھ کہتی آرٹر جی پڑا۔

”اُرے میری حسین ترین ملک..... یہ مکار ہے..... خدار ہے..... ان کی باتوں میں نہ آئ۔“  
 ”میں تم سے وعدہ کرچکی ہوں۔ پورا کروں گی۔“ ملک نے سکرا کر کہا۔ پھر اس نے سچے دھیوں سے کچھ کہا اور آرخر سے لاطنی زبان میں بولی۔  
 ”یہ ہمارے دیوتا میمون اعظم کی بیجنٹ ہیں۔“  
 آرخر نے قہقہہ لگایا۔

”لوسنور جارج..... تم ان لوگوں کے دیوتا بن ماس کی نذر کے جاؤ گے۔ تم نے اتنا خوفناک گوریا بھی نہ دیکھا ہوگا۔ وہ دریا کے ایک چھوٹے سے جزیرے میں رہتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں یہاں کے خزانے کا تھامالک ہوں۔“  
 جارج نے کوئی جواب نہ دیا۔

”انتے بے درودتہ بنو۔“ جولیا بولی۔

”تمہارے باپ نے مجھے اس پر مجبور کیا ہے۔ اگر وہ مجھ پر اعتبار کر کے خزانے کا راز بتا دیتا تو یہ نوبت نہ آتی۔“

جو لیا لاکھ لاکھ روپی اور گزر آئی تھیں آرخر پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ملک نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔  
 ان لوگوں کی ایک بار پھر حلاشی لی گئی۔

دریا میں ایک بڑی سی کشتی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ کھانے پینے کے سامان کے علاوہ ان سے سب کچھ چھین لیا گیا۔ فالتو چیزوں میں فریدی کی تمبا کو کابنڈل بھی بیچ گیا تھا۔

”اف میرے خدا۔“ جارج کشتی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”اب..... کچھ ہماری موت ہی آگئی ہے۔“

”آپ آخر اعماقوں کیوں ہو گئے ہیں۔“ جولیا بولی۔

”سرہنری نے اپنے سفر نامے میں اس گوریلے کے متعلق بھی لکھا ہے۔“ جارج بولا۔

”وہ انتہائی خوفناک اور خونگوار ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں جس سے اپنی حفاظت کر سکتی گے۔“

ناؤ چل پڑی..... آگے چل کر دریائے نامتی ایک جگہ دو شاخوں میں بٹ گیا اور درمیان

میں زمین کا ایک حصہ ایک جزیرے کی ٹھنڈل میں ابھر آیا تھا۔ اس کا طول و عرض تقریباً دو میل رہا ہوگا۔  
وہ چاروں اس جزیرے میں چھوڑ دیئے گئے۔ کشتی واپس جا پہنچی تھی۔ یہاں چاروں طرف  
گھنے جگل تھے۔ فریدی نے سب کو دریا کے اوپر کنارے سے نشیب میں اتار دیا۔ پھر وہ سب  
ایک جگہ پہنچ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔  
فریدی نے اپنی پیٹ پر بندھا ہوا تمبا کو کاٹھ رکھا۔ دو تین پتے مل کر چلم میں رکھے اور  
تمبا کو جلا کر اطمینان سے کش لینے لگا۔

## گوریلا

اس شخص کا اطمینان دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ ”جارج نے جولیا سے کہا۔  
”ہاں..... کیا یہ اس درندے کا مقابلہ کر سکے گا۔“ جولیا نے کہا۔  
”ارادہ تو سیکھی ہے مس جولیا۔“ فریدی مسکرا کر انگریزی میں بولا۔  
جارج اور جولیا دونوں اچھل پڑے۔  
”اوہ تم انگریزی بول سکتے ہو۔“ جارج متھر ہو کر بولا۔ ”تو پھر تم اتنے دنوں تک گوئے  
کیوں بنے رہے۔“  
”مصلحت.....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہاں تک پہنچ بھی نہیں  
سلکتا تھا۔“  
”تو گویا تم شروع ہی سے ہمارے مقصد سے واقف تھے۔“ جولیا نے پوچھا۔  
”ہاں۔“  
”لیکن تم کون ہو.....؟“ جارج نے پوچھا۔

"ایک مشرقی آدی۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تو کیا تم انہیں لوگوں میں سے ہو جو ایک مر سے سے اس سورتی کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"نہیں.....! آخر تم پر بیٹھان کیوں ہو گئے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے تواب آرٹر سے سمجھتا ہے۔"

"تو کیا ہم اس جزیرے سے زندہ واپس جاسکیں گے۔" جولیا نے یاں آمیز لمحے میں کہا۔

"خدا کی ذات سے تو یعنی امید ہے۔" فریدی نے کہا۔

"مس جولیا..... اس کی باتوں میں نہ آتا۔ دنیا میں اس سے بڑا مکار ملنا مشکل ہے۔"

حید بے ساختہ بولا۔

"اے.....!" جولیا اچھل کر بولی۔ "اب اس گوئے نے بھی انگریزی بولنی شروع کر دی۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے؟" حید بولا۔

"جولیا اب ہمیں حق تھی مرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔" جارج نے کہا۔

"تم خواہ خواہ ڈر رہے ہو سر جارج۔" فریدی بولا۔ "میری صرف آرٹر سے دشمنی ہے۔"

اس نے میرے سب سے خوبصورت کتے کو اپنے ایشمن سے مرداڑا لاحقا۔

"اے تو تم وہی ہو۔" جولیا ایک بار پھر اچھل پڑی۔ "مگر نہیں۔ جھوٹ کہتے ہو۔ وہ ایک مہذب آدمی تھا، جوان اور خوبصورت۔"

"میں وہی ہوں، ابھی تھوڑی دیر میں تم مجھے پہچان لوگی۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" جارج بولا۔ "اگر تم واقعی میرے دوست ہو تو اس درندے سے جان پہنانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"میں اسے اپنی رائفل کا نشانہ بنانے کی کوشش کر دیں گا۔" فریدی نے کہا۔

"رائفل.....!" جارج متبرہ ہو کر بولا۔ "اب تمہارے پاس کون سی رائفل ہے۔ شاید موت کے خوف سے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

حید کو بھی حرمت ہو رہی تھی کہ آخر یہ رانفل کہاں سے پک پڑی۔  
رانفل کوئی باشت بھر کی چیز تو نہیں ہوتی کہ فریدی نے اسے اپنے گھیردار خاکی شلوار کے  
نیٹ میں اڑس لیا ہو۔

”نمیں سر جارج میں قطعی صحیح الدمام ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے بانس کے موٹے  
ڈھنے کوچ سے چھاڑ دیا۔ رانفل کی ایک پتی سی نال ڈھنے کے اندر سے نکل کر زمین پر گر پڑی۔  
حید نے قہقہہ لگایا۔ جولیا اور سر جارج حرمت سے فریدی کی صورت دیکھ رہے تھے۔  
اب فریدی نے تمبا کو کا بنڈل کھولنا شروع کیا۔ اس میں سے رانفل کا کندہ اور بے شمار  
کارتوسون کا پیکٹ برآمد ہوا۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے رانفل فٹ کر لی۔

”یہ دیکھو سر جارج..... یہ ایک انتہائی طاقتور اور بے آواز رانفل ہے۔ اس سے میں ایک  
ہاتھی کا بیججا آسانی سے چھاڑ سکتا ہوں۔“ فریدی نے رانفل جارج کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔  
”آدمی ہو یا بھوت۔“ جارج نہ کہ بولا۔ ”میں نے تم جیسا دلیر اور عقل مند آدمی آج  
بک نہیں دیکھا۔“

گرفتار ہونے کے بعد پہلی بار سر جارج کے ہونٹوں پر بُنسی آئی تھی۔  
”کیا تم حکم چھوڑتے ہو جس نے اپنے نشانہ سے آرٹھر کا پستول اڑا دیا تھا۔“ جولیا بے ساختہ بولی۔  
”مجی ہاں..... یہ وہی ہے۔“ حید نے بے دلی سے کہا۔ ”آخر مجھ سے بھی تو کچھ پوچھو۔“  
حید نے اس طرح کہا کہ جولیا بے ساختہ نہ پڑی۔  
”اچھا تم ہی بتاؤ۔“

”میں سر جنٹ حید ہوں..... اور.....!“  
”سر جنٹ.....!“ جارج چوک کر بولا۔ ”کیا مطلب.....؟“  
”یعنی کہ میں اس نالاں آدمی کا لالاں استثنہ ہوں۔“ حید نے فریدی کی طرف اشارہ  
کر کے کہا۔

”صاف صاف بتاؤ آخر مجھے پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔“ جارج نے زخم ہو کر کہا۔  
”تو سنو مسٹر جارج..... یہ وہ آدمی ہے جسے تمہارے اسکاث لینڈ یارڈ کا جاسوس چیف

انپکڑ براؤن اپنا اسٹاد مانتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے تمہارے ملک کے میں الاقوامی بیگ میڈ لیونارڈ کو چکلی بجاتے پکالیا تھا..... کیا سمجھے۔“

”اوہ..... تو یہ..... وہ فراڈی ہے۔“

”فراڈی نہیں..... فریدی۔“ حمید نے جلدی سے کہا۔

”ہاں..... ہاں..... فریدی۔“ سرجارج جوش کا انکھار کرتا ہوا بولا۔ اور پھر فریدی کا ہاتھ دبا کر کہنے لگا۔ ”مسٹر فریدی مجھے خوشی ہے کہ تم سے ان حالات میں ملاقات ہوئی..... سنو جو لیا یہ ایشیا کا سب سے بڑا کم من جاؤں انپکڑ فریدی ہے۔ لیکن تم میرے ساتھ آئے کیوں۔“

”مورتی کا راز معلوم کرنے کے لئے۔ میں نے اپنے دوست انپکڑ براؤن سے اس کے متعلق ساتھا۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن افسوس کہ ان کم بختوں نے مورتی مجھ سے چھین لی۔“ سرجارج نے غم آسود لمحے میں کہا۔

”پروداہ نہ کرو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے اسی رات کو مورتی کا معمر حل کر لیا تھا جب آرٹر نے اسے چڑایا تھا۔“

”یعنی.....؟“ سرجارج نے دلچسپی کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔

”پہلے تم بتاؤ کر یہ مورتی تمہیں کہاں ملی تھی۔“ فریدی نے کہا۔

سرجارج کچھ کہنے عی والا تھا کہ ایک بہت ہی خوفناک چیز سنائی دی۔ جو لیا کہم کر جارج سے پشت گئی۔

”یہ وہی درندہ معلوم ہوتا ہے۔“ سرجارج آہستہ سے بولا۔

”ہم لوگوں کی بوپا کر آ رہا ہے۔“ فریدی نے کہا اور رانقل کی سیگرین میں کارتوں ڈالنے لگا۔ وہ غار کے دہانے پر آ کر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ باہر سنا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ شام کی زرد شعاعیں ہرے بھرے درختوں کی چوٹیوں پر لرز رہی تھیں۔ بقیر لوگ بھی غار کے دہانے پر آگئے تھے۔

تحوڑی دیر بعد وہی چیز پھر سنائی دی۔ لیکن اس بار آواز کہیں دور سے آئی تھی اور اس کے

بعد وہ لختہ پر لختہ دور ہی ہوتی گئی پھر سکوت چھا گیا۔

”ہاں تو پھر جارج وہ مورتی۔“ فریدی نے کہا۔

”وہ مورتی میرے خاندان کے ایک بزرگ سرہنری کی ملکیت تھی۔ اب سے تمن سو برس پیشتر وہ اس جنگل میں اسی قوم کے پچھر میں پھنس گئے تھے اور ملکہ وقت کے ساتھ ان کی شادی بھی کر دی گئی تھی۔ تقریباً چھ ماہ تک سرہنری یہاں ملکہ کے ساتھ رہے۔ میرا خیال ہے کہ موجودہ ملکہ انہیں کی اولاد میں سے ہے۔“

”تو تم سرہنری کے خاندان سے واقف ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں.....!“ سر جارج بولا۔ ”وہ اس مورتی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ انہیں کی زندگی میں اس کی کافی شہرت ہو گئی تھی اور انہیں کی زندگی میں ایک بار چنانی بھی گئی تھی۔ متعدد بار یہ میرے بقیے سے بھی نکل چکی ہے۔ کافی بار لوگوں نے اس کا معروضہ کرنے کی کوشش کی تھیں ناکام رہے۔ خود میں بھی رسول اسے حل کرنے میں پریشان رہا اور آخوند گھسنے سرہنری کی ایک تحریر سے مدد طلبی۔“

”تمہری یے.....!“ فریدی بولا۔ ”اب مجھے کہنے دیجئے..... دیکھئے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ ٹھیک ہے یا انہیں۔“

”ہاں ہاں کہو۔“ سر جارج مسکرا کر بولا۔

”سینگ.....!“ فریدی نے کہا۔ ”صرف سینگ..... اس بست کے ماتھے پر نکلے ہوئے سینگ کو توڑنا ہے، لیکن مجھے کسی خزانے کی توقع نہیں ہے۔“

”جسمیں اس کا پڑ کیے لگا۔“ سر جارج نے حیرت کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔

”نہایت آسانی سے..... یہ کوئی اسکی مشکل چیز نہ تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”مورتی کے مختلف حصوں پر کچھ حروف کندہ تھے، جو بظاہر ان کے اعہاء کے ناموں کے پہلے حروف معلوم ہوتے تھے، لیکن ان حروف کے کندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ ایک پچھے بھی کسی مورتی یا تصویر کے اعضاء کے نام بتا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ حروف کندہ کرنے کا مقصد کچھ اور تھا لہذا میں نے ان حروف کو ترتیب دی کر

ایک بائیتی لفظ ہارن (سینگ) بنا لیا۔ ان حروف سے اس کے علاوہ اور بائیتی لفظ بنتا ہی نہیں۔ ”تم ٹھیک سمجھے..... خدا کی قسم بالکل ٹھیک سمجھے۔“ سر جارج نے چیخ کر کہا۔ ”لیکن تم نے یہ کیسے کہا کہ خزانہ کی توقع نہیں۔“

یہ لفظ ہو ری تھی کہ دھڑا جولیا چین پڑی۔ فریدی چونکا۔ ایک سیاہ رنگ کا چھپٹ اوپنچا بن مانس ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔ فریدی نے سر جارج وغیرہ کو غار کے اندر دھکیل دیا اور خود را اپنل سیدھی کر کے شانہ لینے لگا۔ راپنل چلی بن مانس کے دابنے شانے پر سے بال اڑ گئے، اس نے لزکڑا کر ایک خوفناک چین ماری پھر فریدی کی طرف چھپتا۔

فریدی نے پھر فائر کیا اس بار گولی ٹھیک اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ وہ گر پڑا۔ اس نے دوبارہ اشیاء کی کوشش کی، لیکن کھڑا نہ ہو سکا۔ وہ بینچ کر منی اڑاتے لگا۔ اس کی چیزیں بہت زیادہ خوفناک ہوتی جا رہی تھیں۔ فریدی نے پر درپے دو تکن فائر کئے اور وہ بیا آخر ڈھیر ہو گیا۔

## عجیب خانہ

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جولیا کو ہوش آیا اور پھر وہ سب مزدہ بن مانس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

”میں نے آج تک اتنا خوفناک گوریا انہیں دیکھا۔“ سر جارج نے کہا۔

”اور اتنا احمق شکاری بھی تم نے نہ دیکھا تھا۔“ حید نے مسکرا کر کہا۔

”جو خواہ تو وہ اپنی زندگی خطرے میں ڈالتا ہے۔“

”ہم تم لوگوں کے احسان مند ہیں۔“ جولیا بولی۔

”اب ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔“ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

دھنا اس کی آنکھیں جل جائیں۔ حمید سمجھ گیا کہ اسے کوئی محتول تدبیر سوچ گئی۔  
”آج رات کو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”یعنی.....!“ حمید نے پوچھا۔

”بناوں.....!“ فریدی نے کہا اور بن مانس کی لاش کو سمجھتا ہوا ایک طرف لے چلا۔  
”کیا میں بھی آؤں۔“ حمید نے پوچھا۔

”نہیں.....!“

تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد فریدی واپس آیا۔ وہ بن مانس کی لاش کو کہیں دور پھینک آیا تھا۔  
”دریا کے اس پار میں نے کچھ کشیاں دیکھی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آج رات کو ان  
میں سے ایک کسی طرح اس کنارے پر لانی ہے۔“

”یہ ایک خطرناک کام ہے۔“ حمید بولا۔ ”اول تو اس کنارے تک پہنچنا ہی مشکل ہے اور  
اگر کسی طرح پہنچ بھی گئے تو وہی ناممکن ہے کیونکہ وہاں باقاعدہ پہرہ ہے۔“  
”میں دیکھ آیا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہاں صرف تین آدمی ہیں اور پھر میری یہ بے  
آواز رانقل کس دن کام آئے گی۔“

”تو کیا تم تجربہ کر اس کنارے تک جاؤ گے۔“ جولیا نے پوچھا۔  
”ہاں.....!“

”نہیں، یہ خطرناک کام ہے۔ معلوم نہیں دریا کتنا دور ہوا اور پھر خوفناک جنگلی جانوروں کا خطرہ۔“  
”کیا پھر اس جریے میں سک سک کر جان دینے کا ارادہ ہے۔“ فریدی نے کہا۔  
”مس جولیا..... یہ خاکی جانور کسی کی بات نہیں ساختا۔ بہتر بھی ہے جو کچھ یہ کرے کرنے  
دو۔“ حمید نے فس کر کہا۔

تاریکی پھیل گئی تھی۔ حمید اور جارج نے خلک لکڑیاں اکٹھا کر لیں اور غار میں آگ جلا دی  
گئی۔ فریدی دو تین مرغیاں شکار کر لایا تھا، جنہیں جولیا ادھیز رہی تھی۔ اس دوران میں فریدی  
غائب رہا۔ صرف ایک بار کھانا کھانے کے لئے آیا اور پھر چلا گیا۔ آہستہ آہستہ رات گزرتی  
جاری تھی۔ جولیا سر جارج اور حمید غار میں بیٹھے جاگ رہے تھے۔ فریدی کے نہ ہونے کی وجہ

— کسی کو نہ بھیں آئی۔ جارج بار بار حلتوی ہوئی لکڑیوں کی روشنی میں گھری کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
تن بیج گئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ تھا۔

سائز ہے تن بیجے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

”کام ہو گیا۔“ فریدی نے غار میں گھستے ہوئے کہا۔ اس کے کپڑے بھیکے ہوئے تھے۔  
”کشی لے آئے۔“ جولیا نے پوچھا۔

”ہا۔۔۔!“ فریدی نے آگ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں  
آئی۔ اس وقت صرف ایک آدمی کشی کی نہبائی کر رہا تھا جسے میں نے رانفل کا کندہ مار کر بے  
ہوش کر دیا اور کشی لے آیا۔“

”اوہ۔۔۔ تم نے اسے مار کیوں نہیں ڈالا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد ضرور شور چاہئے گا۔“  
”میں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رکھنے کا عادی نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ صح  
مک ہوش میں نہیں آ سکتا اور اگر آ بھی گیا تو کیا ہو گا۔۔۔ اب وہ ہمارا کچھ نہیں بجاڑ سکتے۔“  
”بھلا تھا رانفل کے کے سنبھال سکے گی۔“ جارج نے کہا۔

”اب شاید رانفل چلانے کی نوبت ہی نہ آئے۔“ فریدی بولا۔

”وہ کیسے۔۔۔؟“ جولیا بولی۔

”بس دیکھی جاؤ۔“ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر چوک کر بولا۔ ”ہم سورج نکلے  
تھے پار پہنچ جائیں گے۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ واقعی تھا را دماغ خراب ہو چلا ہے۔“

”مجھ پر اعتماد کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہم روز روشن میں ان کے  
درمیان پہنچیں گے۔“

”آخر آپ کی ایکسیم کیا ہے۔“ حید نے بے تابی سے پوچھا۔

”تم جانتے ہو کہ میں پہلے سے اپنی ایکسیم نہیں بتاتا۔“

”ارے اس موت کے جزیرے میں تو اپنے اصول سے ہٹ جائیے۔“ حید نے کہا۔

”شاید موت کے جزروں میں بھی ایسا نہ کر سکوں۔“

فریدی نے اپنے کپڑے سکھائے اور پھر باہر نکل گیا۔ وہ ان سے کہہ گیا کہ سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

فریدی کے چلے جانے کے بعد حمید جولیا اور جارج کو فریدی کے کارناموں کی داستانیں سناتا رہا۔ وہ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ فریدی نے آج تک کوئی غلط قدم اٹھایا ہی نہیں اور وہ اتنا خوش قسمت ہے کہ بعض اوقات اس کی حماقتوں بھی اس کی کامیابی کی وجہ بن گئیں۔ حمید نے انہیں یہ بھی بتایا کہ اسے محض سراغ رسانی کا شوق اس مجھے میں لایا ہے، ورنہ وہ خود ایک کافی مالدار آدمی ہے۔

"اس کی بھروسی اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہوگی۔" جولیا بولی۔

"میرے شیر نے یہ روگ ہی نہیں پالا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں.....؟"

"محض اسی لئے کہ وہ اسے گھر بیٹھ آؤ دی بانے کی کوشش کرے گی۔" حمید نے کہا۔  
تاریکی آہستہ آہستہ غائب ہوتی جا رہی تھی۔ آسمان میں نہدا سے ستارے تھے کیاں سی لیتے معلوم ہو رہے تھے۔ ہر طرف ایک پر اسرار روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والا سناٹا تھا۔ دور تک پھیلے ہوئے جگل بے کراں آسمان کی وسعتوں سے سرگوشیاں کرتے معلوم ہو رہے تھے۔  
دھڑا ایک خوفناک بن مانس خاموشی سے عمار میں داخل ہوا۔ حمید کی پشت عمار کے دہانے کی طرف تھی۔ جولیا اور جارج اوٹ گئے گلے تھے۔ بن مانس کے داخل ہونے کی کسی کو خبر نکالتے ہوئی۔ اس نے حمید کے کانہ میں پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چوک کر گزرا۔ لیکن دوسرا ہی لمحے میں وہ چیخ کر جارج پر گر پڑا۔ جولیا اور جارج جاگ پڑے۔ دونوں کی تکلیفی بندھ گئی۔ دھڑا بن مانس آدمیوں کی طرح قہقهہ مار کر ہنسا۔

"ڈرو نہیں..... میں فریدی ہوں۔" بن مانس نے کہا۔ "میں نے اس بن مانس کی کمال اتار کر اپنے جسم پر فٹ کر لی ہے، حمید تم دیکھ کر جاؤ۔ کہیں سے کوئی کی تو نہیں رہ گئی۔"  
تینوں ہٹنے لگے، لیکن ان کی ہنسی میں اب تک خوف شامل تھا۔ حمید ایک جلتی ہوئی کلڑی اٹھا کر نیچے سے اوپر تک فریدی کا جائزہ لینے لگا۔

"سو فیصدی خالص بن مانس۔" حمید نہ کر بولا۔ "لیکن اس حماقت کی ضرورت؟"

"تمہیں پھر سے مہذب دنیا کی روشنی دکھانے کے لئے۔" فریدی نے کہا۔ "اب میں سملی

قوم کا ایک زندہ دیوتا ہوں اور تم لوگ میری پناہ میں ہو۔ کیا وہ اب ہمیں اپنی سرزین میں نہ داخل ہونے دیں گے، مگر اس کھال کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جا رہا ہے۔ سورج نکلتے ہی والا ہے۔ جلدی کرو، کشی کنارے پر تیار ہے اور ہاں اب یہ بھی سن لو۔ اب میں اس وقت تک خاموشی اختیار کرلوں گا جب تک ہم اس سرزین سے نکل نہ جائیں۔ جارچ تھم اس بات کا خیال رکھنا کہ آرٹھر اور اس کی سفید ملکہ یہاں سے نکل کر کسی طرف جانے نہ پائیں۔ ہم انہیں واپس لے چلیں گے۔"

چاروں جا کر کشی پر بیٹھے گئے۔ حمید کشی کھینے لگا۔ سرجارج رانقل لئے بیٹھا تھا۔ دوسرے کنارے پر کوئی نہیں تھا۔ صرف دو تین کشتیاں کھڑی تھیں۔ وہاں سانی پار اتر گئے۔

بن مانس جولیا کا ہاتھ پکڑے تھا۔ حمید اور جارچ ان کے پیچے جل رہے تھے۔ بن مانس کو دیکھ کر جنگیوں نے ادھر ادھر بجا گنا شروع کر دیا۔ جب وہ لوگ بستی میں آئے تو عورتیں اور بچے ڈرڈر کر اپنے جھوپپڑوں میں گھس گئے۔ ہر طرف شور برپا تھا۔ لوگ بستی چھوڑ چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگ رہے تھے۔ بیتھرے عبادت گاہوں میں گر کر جنگیں مار مار کر رور رہے تھے۔ پھر یہ لوگ اس احاطے میں پہنچے جہاں انہوں نے ملک اور آرٹھر کو دیکھا تھا اور جہاں بڑے بڑے بت نصب تھے، جیسے ہی ان لوگوں نے بن مانس کو دیکھا بھکڑڈچ چکنی۔ وہاں بھی بیتھرے بجھے میں گر گئے تھے۔ فریدی بن مانسوں کی طرح شور مچاتا ہوا اچھل کر چھوڑتے پر چڑھ گیا۔ آرٹھر نے بجا گنا چاہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں سرجارج کے ہاتھ میں دبی ہوئی رانقل کی ہال اس کے سینے پر تھی۔ ملک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ فریدی نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ حموڑی دری بعد اس احاطے میں ان کے علاوہ ایک تنفس بھی باقی نہ تھا۔ حمید نے آرٹھر کے ہاتھ چیررسی سے جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ بھاگتے ہوئے جنگیوں کا شور کہیں دور سنائی دے رہا تھا۔ لوگ اپنے اپنے جھوپپڑے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہ شاید ان کی زندگی میں پہلا واحد تھا کہ ان کے دیوتا بن مانس نے ان کی بستی میں آ کر انہیں درشن دیا تھا۔

سر جارج سی بھی لاد بیتا کی سینگ توڑنے میں مشغول ہو گیا۔ حمید اور جولیا کھانے پینے کا سامان اکٹھا کرنے لگے۔ بے ہوش ملکہ ابھی تک فریدی کے کاندھے پر پڑی تھی۔

چند گھنٹوں کے بعد وہ ایک بڑی کشتی میں بیٹھے دریائے نامی پار کر رہے تھے۔ فریدی نے حمید کو راستے کے متعلق پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ وہ دریائے نامی پار کر کے جارج والے نقطے کے مطابق سفر کرنے کے بجائے دریائے نامی کی شاخ ستیل ندی سے گزرتا ہوا آلبی سفر جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ کشتی پر بیٹھے ہی بیٹھے رام گڑھ کے قریب پہنچ کر رہے تھے۔ جارج والا قشش اب سے تین سو برس پرانا تھا جسے سر ہنری نے ترتیب دیا تھا، اور فریدی نے یہ الہام اپنی جغرافیائی معلومات کی بناء پر کیا تھا، اس طرح سفر جاری رکھنے کی ایک وجہ اور یہ بھی تھی کہ انہیں سواری کے لئے اور کوئی دوسری چیز مل بھی نہیں سکتی۔ خپروں کو آرٹر کے درگھانے ہوئے مزدوروں سمیت وہ پہلے ہی بھگا چکا تھا۔

حمد اور سر جارج کشتی کھے رہے تھے، آرٹر بندھا ہوا پڑا تھا۔ ملکہ ہوش میں آچکی تھی۔ وہ خاموش اور سمجھی ہوئی ایک طرف بیٹھی تھی۔ فریدی اب تک بن مانس کی کھال پینے ہوئے تھا۔ اسے خوف تھا کہ سملی قوم کے لوگ حملہ کر بیٹھیں۔ اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ کھال اس وقت تک پہنچ رہے جب تک کہ اس علاقے میں سے گزرنے جائے۔ گرمی اور کھال کی بدبوکی وجہ سے اس کا سر چکرانے لگا۔

”خزانے کا کیا ہوا سر جارج۔“ آرٹر نے پڑے پڑے پوچھا۔ ”اور اس وحشی جانور کو تم نے کس طرح قابو میں کیا۔“

”وحشی جانور کی ایک بھی داستان ہے۔ وہ پھر کبھی سناوں گا۔“ سر جارج چیلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”لیکن خزانہ..... خزانے پر تم پہلے ہی قبضہ پا چکے ہو اور اس کے تھا مالک ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“ آرٹر چوک کر بولا۔ ”میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ مجھے خزانہ نہیں مل سکا۔“

”تم جھوٹے ہو۔“ جارج نہ کہ بولا۔ ”وہ خزانہ اس وقت بھی تمہارے پاس ہے اور تم

اس کے تھا مالک ہو۔“

”او..... سر جارج میں جانتا ہوں کہ تم دھوکہ دی کے سلسلے میں مجھے قانون کے حوالے کر دے گے۔ لیکن مجھے اس طرح زیچ مت کرو، میں سب کچھ بھلکتے کے لئے تیار ہوں۔ خزانہ تمہیں مبارک رہے۔ تم جیتے میں ہار گیا۔ لیکن میری درخواست ہے کہ میرا محکمہ مت اڑاؤ۔“

”آرٹر مجھے تم سے ہمدردی ہے۔“ سر جارج نے کہا۔ ”تم نے مجھے دھوکا ضرور دیا تھا لیکن میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ مگر اس نے کہا کہ اب تم اس خزانہ پر قابض ہو چکے ہو اور اگر ایسا نہ ہوا، ہوتا تو میں کبھی تمہیں معاف نہ کرتا۔“

”سر جارج مجھے پریشان نہ کرو۔“ آرٹر نے ایک بچے کی طرح بے بی سے کہا۔

”بندہ میں تمہیں پریشان نہیں کر رہا ہوں۔“ جارج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”یہ لو میں تمہارے ہاتھ پر بھی کھولے دیتا ہوں۔“

جارج نے بن مانس کی طرف دیکھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی سر جارج نے آرٹر کے ہاتھ پر کھول دیئے۔ وہ اٹھ کر بینچ گیا۔ حرثت کی وجہ سے اس کے منہ سے ایک لفڑی بھی ٹکل نہ سکا۔ البتہ ملکہ کے چہرے پر بٹا شت دوڑ گئی۔

”تو کیا ب یلوگ ہمیں قتل نہ کریں گے۔“ ملکہ نے لاٹپی زبان میں آرٹر سے پوچھا۔

”نہیں.....!“ آرٹر نے جواب دیا۔ ”لیکن میں ابھی کچھ نہیں کہ سکتا۔“

پھر وہ جارج کی طرف مخاطب ہوا اور حیدر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”اس گونے کا ساتھی کہاں گیا.....؟“

”اے بن مانس نے مارڈا۔“ سر جارج نے سنجیدگی سے کہا۔

”مجھے افسوس ہے۔“ آرٹر بولا۔ ”وہ ایک بہادر اور وقاردار آدمی تھا اور میں اس کے مقابلہ میں ایک ذیل آدمی ہوں۔“

”تم اس خزانے کے لئے بے تاب ہو۔“ سر جارج نے کہا۔ ”لو یہ رہا خزانہ۔ یہی جی ادا دینا کی سینگ کے اندر سے نکلا ہے۔“

سر جارج نے ایک بہت پرانا تہہ کیا ہوا کاغذ آرٹر کی طرف بڑھایا۔ آرٹر اسے لے کر بلند

آواز میں پڑھنے لگا۔

"تم خزانے کی ٹلاش میں آئے ہو۔ خوش آمدید! میں تجھے ایک بہت بڑا خزانہ جھپٹی سونپ رہا ہوں۔ کیا تمہارے لئے یہ خزانہ کم ہے کہ تم ایک سفید قام عورت یا اس کے بچوں کو وحشی درندوں کے بچوں سے آزاد کر کے اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ کیا یہ کم ہے کہ تمہارے اس کارناٹے پر تمہاری آنے والی سلیں فخر کر سکتیں گی۔ میں سرہنری فتنے اپنی سفید قام بیوی (جو ان وحشیوں کی ملکہ ہے) کے پلن میں اپنی یاد گار چھوڑے جا رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں ورنہ میں بھی ان کی درندگی کا ٹھکار ہو جاؤں گا۔ اپنے ملک میں پہنچ کر اس بات کی کوشش کروں گا کہ اپنے ساتھ یہاں تک ایک گھبم لے آؤں اور اپنی بیوی کو یہاں سے لے جاؤں، لیکن مجھے اس کی امید نہیں۔ میری قوم صرف ایک عورت کے لئے اتنا بڑا خطہ مول نہ لے گی۔ خیر میں انتہائی کوشش کروں گا۔ اور اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو میں اپنی لاپچی قوم کو دوسرا طرح راضی کروں گا۔ میں یہی لادیوتا کی ایک چیل کی مورتی بنا کر اسے انتہائی پر اسرار طریقے پر شہرت دوں گا۔ ان دونوں میرے ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو خزانوں کی ٹلاش میں مشرق کا سفر کرتے ہیں۔ دولت کے لائق میں اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ میں انہیں اسی طرح کچمار کے جنگلوں میں بیچھوں گا۔ کاش یہ میرا من کامیاب ہو سکے۔ بہت ممکن ہے کہ میری اولاد ہی میں سے کوئی اس کی کوشش کرے۔ بہر حال میں خدا اور اس کے بیٹے کی رحمتوں کا خطرہ ہوں۔ اگر میں اس منش میں کامیابی سے پہلے مر بھی گیا تو اس وقت تک میری روح بے قرار رہے گی جب تک میرے سفید قام بچے اپنے مہذب ملک میں نہ پہنچ جائیں۔ تم پر خدا اور اس کے بیٹے کی برکتیں نازل ہوں۔

سرہنری فتنے

کم اپریل ۱۹۷۴ء"

آرخمن نے قہقہہ لگایا اور وہ پر چہ واپس کر دیا۔ حمید اور جولیا حرمت سے ایک دوسرے کا

تک رہے تھے۔

"کیا بات ہے۔" ملک نے آرخمن سے پوچھا۔

"ہم لوگ خزانے کی ٹلاش میں آئے تھے۔" آرخمن نے کہا۔ "اور میں نے وہ خزانہ پالیا

اور اس کا تھا مالک ہوں۔" اور پھر آرٹھر نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ کچھ بولی نہیں۔ اس کے پھرے سے بہر حال یہ معلوم ہوا تھا کہ اسے اپنی حکومت چھوڑنے کا غم ہے۔

دن گزرتا چار ہاتھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ وہ کپھار کے علاقوں سے انکل کرستیں عدی کے دہانے میں داخل ہو رہے تھے۔ فریدی بہستور خاموش بیٹھا تھا۔ ملکہ بھی کبھی خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ لئی تھی۔ آرٹھر بھی مطمئن نہیں تھا۔

"لیکن ان لوگوں پر ہمارا دیوتا میون انظم کیسے مہربان ہو گیا۔" ملکہ نے طویل خاموشی کے بعد آرٹھر سے لاطینی زبان میں کہا۔

"اے ملکہ! میں نے مناسب سمجھا کہ تجھے تیری نسل کے دو آدمیوں میں بھجوادوں۔" بن ماں لاطینی زبان میں بولا۔ آرٹھر اچھل پڑا اور ملکہ..... سجدے میں گرفتی۔

"اے ملکہ! سجدے سے اٹھ۔ تو خوش قسم ہے کہ اس وقت تیری نسل کے لوگ تیرے پاس موجود ہیں۔ یہ بوڑھا تیر اعزیز ہے اور یہ لڑکی شاید رشتے میں تیری بہن لگتی ہے۔ اٹھ اور ان دونوں کو بوس دے۔" میون انظم نے گرج کر کہا۔

ملکہ نے اٹھ کر سر جارج اور جولیا کی پیشانیاں چوم لیں۔ انہوں نے بھی اسے بوس دیا۔ "اور پیٹا آرٹھر.....!" بن ماں انگریزی میں بولا۔ "آج سے عہد کرو کہ کبھی اپنے ساتھیوں کو دھوکہ نہ دو گے۔"

"اے سر جارج یہ تو انگریزی بھی جانتا ہے۔" آرٹھر سہی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں دیوتا ہوں..... آرٹھر۔" بن ماں نے حید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میں حکم دوں تو یہ گونھا بھی انگریزی بولنے لگے۔ ہاں گوئے آرٹھر سے انگریزی میں بات کر۔"

"کیپٹن آرٹھر..... دیوتا چ کہتا ہے۔" حید نے مسکرا کر انگریزی میں کہا۔ آرٹھر یوکھا آگیا۔

"جارج یہ کیا معاملہ ہے۔" آرٹھر نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"میں کیا جانوں۔" جارج اٹھتا ہوا بولا۔ "میں بہت تحکم گیا ہوں۔ اب ذرا تم پتوار پکڑلو۔"

آرٹھر خاموشی سی پتوار کھینچنے لگا۔

"اچھا اے گوئے اب تو بھی اٹھ تیری جگہ میں بیٹھوں گا۔ تو بھی تحکم گیا ہو گا۔" بن ماں

نے اٹھتے ہوئے کہا۔

حیدر ہٹ گیا، اس کی جگہ بن مانس کشی کھینے لگا۔

”مسٹر فریدی.....اب آر تھر کو زیادہ پریشان نہ کرو۔“ جولیا بولی۔

”مجھے بھی بہت گری لگ رہی ہے۔“ فریدی نے کہا اور چوار رکھ کر اپنی کھال اتارنے لگا۔

آر تھر کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی۔ فریدی اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گیا تھا۔ اس نے پہاڑی مزدور والا میک اپ بھی بگاڑ دیا تھا۔

”تم یہاں کہاں۔“ آر تھر چیخ کر بولا۔ ”تم وہی ہو جس نے میرے دو عمدہ قسم کے کتوں کا خون کر دیا تھا۔“

”ہاں میں وہی ہوں۔“ فریدی نے کہا اور خاموش ہو گیا۔  
جو لیا نے سارا واقعہ آر تھر کو بتایا۔

”مسٹر فریدی تم سے مل کر بہت خوش ہوئی۔“ آر تھر نے فریدی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”مجھے اسی وقت تم پر شہر ہو گیا تھا جب تم نے افریقہ کے حوالے دینے شروع کر دئے تھے۔ لیکن تم نے بہت خوبصورتی سے مجھے یقین دلا دیا تھا۔“

”کیوں سر جارج.....!“ فریدی نے کہا۔ ”کیسا خزانہ ملا۔ تمہاری زبانی سرہنری کی داستان سنتے ہی میں شبے میں پڑ گیا تھا۔ محض اس لئے کہ اگر واقعی وہ کسی ایسے خزانے سے واقعہ تھا تو اس نے خود ہی اسے شہرت کیوں دی۔ وہ اس مورثی کو دکھا دکھا کر چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”ہاں تم نے پہلے ہی خزانے کی طرف سے نا امیدی ظاہر کر دی تھی۔“ سر جارج نے کہا۔  
ان تیزی سے پیش آنے والے واقعات کو ملکہ حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اس کے متعلق آر تھر سے پوچھا۔ آر تھر نے شروع سے آخر تک ساری داستان سنادی۔

”کاش میں اپنی قوم کے لوگوں کو یہاں سے پکار سکتی۔“ ملکہ قہر آالود آواز میں بولی۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ فریدی کو اس طرح گھومندی تھی جیسے موقع ملتے ہی اسے قتل کر دے گی۔ پھر اس نے دریا میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی۔ فریدی نے جھپٹ کر اسے پکڑا۔

”آر تھر بہتر بھی ہے کہ اسے باندھ کر ایک طرف ڈال دو، ورنہ یہ خود کشی کرے گی۔“

صدیوں کا جنگلی پن آسانی سے نکل جائے گا۔ اسے مہذب بنانے کے لئے تمہیں سالہا سال  
محنت کرنی پڑے گی۔"

"میں اس کے لئے سب کچھ کروں گا مسٹر فریدی۔ میں اسے بے حد چاہتا ہوں۔ اس کے  
جنگلی پن میں بھی ایک اتحادِ محبت کی دولت می ہے۔" آرٹھر نے کہا اور ملک کے ہاتھ پر باعثہ کر  
اُسے ایک طرف ڈال دیا۔ وہ رورہ کر آرٹھر سے منت کر رہی تھی کہ اسے مرجانے دیا جائے۔  
تمہوزی دیر بعد وہ خاموش ہو گئی۔

"فریدی تم بھی الگینڈ بھی آؤ گے؟" جولیا نے کہا۔

"میں بھی بھی کہنے والا تھا۔" جارج نے کہا۔

"آؤں گا۔" فریدی نے کہا اور خاموشی سے کشی کھیتارہ۔

"تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" حید نے جولیا سے کہا۔

"تم بھی آنا۔" جولیا فس کر بولی۔

"تمہیں ابھی میرا باپ زندہ ہے۔ وہ مجھے بھی الگینڈ نہ جانے دے گا۔" حید نے اسکی  
مسکینیت سے کہا کہ سب فس پڑے۔

رات کے بے کراں ننانے میں چپوؤں کی "شاپ" ایک عجیب سانخرہ چیز ہوئے  
تھی۔ سر پر تاروں بھرا لا محدود آسمان ..... آسمان صدیوں پر انی کہانی دھرا رہا تھا..... اور نیچے  
لہروں کی "ترل رل رل" ایک غیر قابلی گیت گارہی تھی۔

فریدی ماضی کے دھنڈکوں میں ڈوب گیا۔

## ختم شد